قرآن کریم اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۸۱ شمارہ: ۷

رجب المرجب: ۱۴۳۹ھ - اپریل: ۲۰۱۸ء

قیمت فی شمارہ: ۳۵ روپے، زرِ سالانہ: ۴۰۰ روپے

مدیر/مدیر مسئول

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

نائب مدیر

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

مدیر معاون

مولانا محمد اعجاز مصطفی

ناظم

مولانا فضل حق یوسفی

خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ ’’بینات‘‘ جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن
کراچی، پوسٹ کوڈ:74800 پوسٹ بکس نمبر:3465
فون دفتر ’’بینات‘‘:021-34927233

اکاؤنٹ نمبر

اکاؤنٹ نمبر:101900-397-7 برانچ کوڈ:0816
مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ، کراچی

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

ریاست ہائے متحدہ امریکہ، جنوبی افریقہ، تھائی لینڈ، ناروے، ویسٹ انڈیز وغیرہ: 35 امریکی ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مسقط، بحرین، عمان، ایران، انڈیا وغیرہ: 27 امریکی ڈالر

بنگلہ دیش: 25 امریکی ڈالر

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147

فیکس:+92-21-34919531

Web: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk

ناشر: مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر **مطبع:** ایجوکیشنل پریس **طابع:** فیروز زکی

فہرستِ مضامین

بصائر وعبر

قادیانی اقلیت کے متعلق اسلام آباد ہائی کورٹ کا اہم فیصلہ وختم نبوت کانفرنس (بادشاہی مسجد لاہور)	۳	محمد اعجاز مصطفیٰ

مقالات ومضامین

بے مثال وراثت!	۱۴	حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
مکاتیب علامہ کوثریؒ... بنام... علامہ بنوریؒ (قسط:۱۳)	۲۱	ترجمہ: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
مروجہ اسلامی بینک اور تکافل رویوں کا سوال-اختلاف کی نوعیت!	۲۴	مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
سفر زامبیا ..... اکرام واحترام کی شاندار مثال!	۳۷	مفتی محمد شفیق عارف
’’شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا‘‘ اور اُن کا حکم (قسط:۷)	۵۱	مولانا انعام اللہ

دار الافتاء

چوری اور قتل کے ثبوت کے لیے کتوں سے رہنمائی کا حکم	۵۹	ادارہ

نقد ونظر

	۶۱	ادارہ

قادیانی اقلیت کے متعلق

اسلام آباد ہائی کورٹ کا اہم فیصلہ

وختم نبوت کانفرنس (بادشاہی مسجد لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علٰی عبادہٖ الذین اصطفٰی

ہمارا ملک پاکستان نظریۂ اسلام پر بنا تو ضرور ہے، لیکن سات دہائیاں گزرنے کے باوجود کسی ایک حکومت نے بھی خلوصِ دل سے اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کوئی کوشش اور پیش رفت نہیں کی، بلکہ بانیانِ پاکستان کی منظور کردہ قراردادِ مقاصد، ۱۹۷۳ء کے متفقہ آئین ودستور میں شامل اسلامی دفعات، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے متعلق قوانین اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے لیے آئینی شقیں اُن کے لیے روزِ اول سے سوہانِ روح اور آنکھ کا تنکا بنی ہوئی ہیں۔

موجودہ مسلم لیگ (ن) کی حکومت نے بھی اپنے اندرونی وبیرونی آقاؤں کو خوش کرنے، مغربی قوتوں کے اعتماد کے حصول اور ان سے کیے گئے وعدہ کے ایفاء کے لیے ایک بار پھر عقیدہ ختم نبوت کے متعلق دفعات میں مخفی اور چوری چھپے طریقے سے نقب لگائی، لیکن عوامی دباؤ کی بنا پر ان کو سجدۂ سہو کرنا پڑا اور ان کے مذموم عزائم ناکام ہوئے۔

گزشتہ سے پیوستہ شمارہ کے اداریہ میں یہ تحریر کیا گیا تھا کہ جب ختم نبوت کے متعلق حلف نامہ اور دوسری شقوں کو حذف کیا گیا تھا تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب نے اسلام آباد ہائی کورٹ میں پٹیشن دائر کی۔ عدالتِ عالیہ نے پہلی ساعت کے بعد حکم امتناع جاری کیا۔ کیس سننے کے بعد عدالتِ عالیہ کے معزز جج جناب شوکت عزیز صدیقی صاحب نے اب تفصیلی فیصلہ سنایا ہے۔ افادۂ عام اور تاریخ میں محفوظ کرنے کی غرض سے اس فیصلہ کو یہاں نقل کیا جاتا ہے:

آرڈر شیٹ

اسلام آباد عدالتِ عالیہ، اسلام آباد

مولانا اللہ وسایا (رٹ پٹیشن نمبر 3862|2017) بنام: فیڈریشن آف پاکستان بذریعہ سیکرٹری، منسٹری آف لا اینڈ جسٹس، وغیرہ

....

یونس قریشی، وغیرہ (رٹ پٹیشن نمبر 3847|2017) بنام: فیڈرل گورنمنٹ بذریعہ وزیراعظم اسلامیہ جمہوریہ پاکستان، وغیرہ

....

تحریک لبیک یارسول اللہ (رٹ پٹیشن نمبر 3896|2017) بنام: فیڈرل گورنمنٹ بذریعہ وزیراعظم اسلامیہ جمہوریہ پاکستان، وغیرہ

....

سول سوسائٹی بذریعہ صدر (رٹ پٹیشن نمبر 4093|2017) بنام: فیڈرل گورنمنٹ بذریعہ وزیراعظم اسلامیہ جمہوریہ پاکستان، وغیرہ

نمبر شمار حکم وکارروائی	تاریخ حکم	حکم بمع دستخط جج اور دستخط فریقین ووکلاء (جہاں ضروری ہوں)
1	2	3
20	09-03-2018	

حافظ عرفات احمد چوہدری، مس کاشفہ نیاز اعوان اور زاہد تنویر فاضل وکلاء بمع سائل (رٹ پٹیشن نمبر 3862|2017) جناب محمد طارق اسد، ایڈووکیٹ (رٹ پٹیشن نمبر 3847|2017) حافظ فرمان اللہ، ایڈووکیٹ، سید محمد اقبال ہاشمی، ایڈووکیٹ، مس بسمہ نورین، انڈرویز۔

مسئول علیہم

ارشد محمود کیانی، ڈپٹی اٹارنی جنرل، مس نویدہ نور، ایڈووکیٹ، آئی بی، جناب نعمان منور، اصغر، نمائندگان منسٹری آف لاء اینڈ جسٹس، سید جنید جعفر، لاء آفیسر، جناب عثمان یوسف مبین، چیئرمین، جناب ثاقب جمال، ڈائریکٹر لیگل اور ذوالفقار علی، ڈی جی پروجیکٹ، نادرا

جناب کامران رفعت، ڈپٹی ڈائریکٹر، فیڈرل پبلک سروس کمیشن، جناب ایم شاہد، ڈپٹی ڈائریکٹر، جناب زرناب خٹک، ایس او، اسٹیبلشمنٹ ڈویژن، جناب قیصر مسعود، ایڈیشنل ڈائریکٹر لاء، ایف آئی اے، جناب وقار چوہدری، ڈی پی او، لیگیشن، قومی اسمبلی

عدالتی معاونین (مذہبی عالم): پروفیسر ڈاکٹر حسن مدنی، پروفیسر ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن، پروفیسر ڈاکٹر محسن نقوی، مفتی محمد حسین خلیل خیل۔

عدالتی معاونین (آئینی ماہر): جناب محمد اکرم شیخ، سینئر ایڈووکیٹ، سپریم کورٹ، ڈاکٹر محمد اسلم خاکی، سینئر ایڈووکیٹ، سپریم کورٹ، ڈاکٹر بابر اعوان، سینئر ایڈووکیٹ، سپریم کورٹ۔

تواریخ سماعت

22.02.2019 , 23.02.2018 , 26.02.2018 27.02.2018 , 28.022018 ,
01.03.2018 , 02.03.2018 , 05.03.2018 , 06.03.2018 & 07.03.2018

شوکت عزیز صدیقی:- اُن تمام وجوہات کی بنا پر جو کہ بعد میں درج کی جائیں گی، یہ تمام آئینی درخواستیں مندرجہ ذیل اعلانیہ واحکامات کے ساتھ منظور کی جاتی ہیں:

1:- دینِ اسلام اور آئینِ پاکستان مذہبی آزادی سمیت اقلیتوں (غیرمسلموں) کے تمام بنیادی حقوق کی مکمل ضمانت فراہم کرتا ہے۔ ریاست پر لازم ہے کہ ان کی جان، مال، جائیداد اور عزت وآبرو کی حفاظت کرے اور بطور شہری ان کے مفادات کا تحفظ کرے۔ آئین کی شق نمبر 5 کے مطابق ہر شہری کا بنیادی فرض ہے کہ وہ ریاست کا وفادار اور آئین وقانون کا پابند ہو۔ یہ فریضہ ان افراد پر بھی لازم ہے جو پاکستان کے شہری نہیں، لیکن یہاں موجود ہیں۔

2:- ریاستِ پاکستان کے ہر شہری کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی شناخت درست اور صحیح کوائف کے ساتھ کرائے۔ کسی مسلم کو اس امر کی اجازت نہیں کہ وہ اپنی شناخت کو غیرمسلم میں چھپائے، بعینہٖ کسی غیرمسلم کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ خود کو مسلم ظاہر کرکے اپنی پہچان اور شناخت کو چھپائے۔ ایسا کرنے والا ہر شہری ریاست سے دھوکہ دہی کا مرتکب ہوتا ہے، جو کہ آئین کو پامال کرنے اور ریاست سے استحصال کے زمرے میں آتا ہے۔

3:- آئینِ پاکستان کی شق نمبر 260 ذیلی شق 3 جز اے اور بی میں مسلم اور غیرمسلم کی تعریف بالصراحت موجود ہے، جسے اجماعِ قوم کی حیثیت حاصل ہے۔ بدقسمتی سے اس واضح معیار کے مطابق ضروری قانون سازی نہیں کی جاسکی۔ نتیجۃً غیرمسلم اقلیت اپنی اصل شناخت چھپا کر اور ریاست کو دھوکہ دیتے ہوئے خود کو مسلم اکثریت کا حصہ ظاہر کرتی ہے، جس سے نہ صرف مسائل جنم لیتے ہیں، بلکہ انتہائی اہم آئینی تقاضوں سے انحراف کی راہ بھی ہموار ہوجاتی ہے۔ اسٹیبلشمنٹ ڈویژن کا یہ بیانیہ کہ سول سروس کے کسی بھی افسر کی اس حوالے سے شناخت موجود نہیں، ایک المیہ ہے، جو کہ آئینِ پاکستان کی روح اور تقاضوں کے منافی ہے۔

4:- پاکستان میں بسنے والی بیشتر اقلیتیں اپنے ناموں اور شناخت کے حوالے سے جداگانہ پہچان رکھتی ہیں، لیکن ہمارے آئین کی رو سے قرار دی گئی ایک اقلیت اپنے ناموں اور عمومی پہچان کے حوالے سے بظاہر مختلف تشخص نہیں رکھتی۔ بدیں وجہ ایک سنگین آئینی مسئلہ جنم لیتا ہے، وہ بآسانی اپنے ناموں کی وجہ سے اپنے عقیدہ کو مخفی رکھ کر مسلم اکثریت میں شامل ہوجاتے ہیں اور اعلیٰ اور حساس مناصب تک رسائی حاصل کرکے ریاست سے فوائد سمیٹتے رہتے ہیں۔ اسلامیات کا مضمون پڑھانے کے لیے اساتذہ کے لیے مسلمان ہونا لازمی شرط قرار دیا جائے۔

5:- اس صورتِ حال کا تدارک اس لیے ضروری ہے کہ بعض آئینی عہدوں پر کسی غیرمسلم کی تقرری یا انتخاب ہمارے دستور کے خلاف ہے۔ چونکہ پارلیمنٹ کی رکنیت سمیت اکثر محکموں کے لیے اقلیتوں کا خصوصی کوٹہ بھی مقرر ہے، اس لیے جب کسی بھی اقلیت سے تعلق رکھنے والا شخص اپنا اصل مذہب اور عقیدہ چھپا کر خود کو فریب کاری کے ذریعہ مسلم اکثریت کا جزو ظاہر کرتا ہے تو دراصل وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے الفاظ اور روح کی صریح خلاف ورزی کرتا ہے۔ اس خلاف ورزی کو روکنے کے لیے ریاست کو ضروری اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

6:- ختم نبوت کا معاملہ ہمارے دین کی اساس ہے۔ تاریخ میں اس اساس پر حملوں کی لاتعداد مثالیں

موجود ہیں ۔ اس اساس کی حفاظت ونگہبانی ہر مسلمان پر لازم ہے۔ پارلیمنٹ انتہائی معتبر ادارہ ہونے اور ملکِ پاکستان کی عوام کی ترجمان ہونے کی حیثیت سے اس اَساس کی پاسبان ہے۔

اس ضمن میں پارلیمان سے بھرپور بیداری اور حساسیت کی توقع رکھنا مسلم اکثریت کا حق ہے۔ختم نبوت کے بنیادی عقیدے کے تحفظ کے ساتھ پارلیمنٹ کو ایسے اقدامات پر بھی غور کرنا چاہیے جن کے ذریعے اس عقیدے پر ضرب لگانے والوں کی سازشوں کا مکمل سدباب ہوسکے۔ نبی مہربان حضرت محمد ﷺ ختم المرسلین ہیں اور ان کے بعد کوئی شخص جو نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، خائن اور دائرہ اسلام سے خارج ہے کو آئین کے علامیہ کے طور پر بھی پڑھا جانا چاہیے، پارلیمان اس معاملہ پر غور کرنے کی مجاز ہے۔

7:- یہ امر خوش آئند ہے کہ قانونی سقم سامنے آتے اور غلطی کا احساس ہوتے ہی پارلیمنٹ نے اجتماعی دانش کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس معاملے پر بھرپور حساسیت کا مظاہرہ کیا اور متذکرہ قانون کو بادی النظر میں آئینی تقاضوں کے ہم آہنگ کیا۔ ایسے معاملات اسی حساسیت اور یکجہتی کا تقاضا کرتے ہیں۔ سینیٹر راجہ ظفرالحق نے ایک منجھے ہوئے قانون دان اور تجربہ کار پارلیمنٹیرین کی حیثیت سے اپنی سربراہی میں قائم کردہ کمیٹی کی جانب سے انتہائی اعلیٰ رپورٹ مرتب کی، جس میں معاملے کے تمام پہلوؤں کا انتہائی جامعیت، دیانت داری اور دانش مندی کے ساتھ اِحاطہ کرتے ہوئے منفی تأثرات کو زائل کیا۔ اب یہ پارلیمان پر منحصر ہے کہ وہ اس معاملہ پر مزید غور کرے یا اجتناب۔

8:- ریاست کے لیے لازم ہے کہ سوادِ اعظم کے حقوق، احساسات اور مذہبی عقائد کا خیال رکھے اور ریاست کے آئین کے ذریعہ قرار دیے گئے ریاست کے مذہب ''اسلام'' کے مطابق اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کا اہتمام کرے۔

بلاشبہ ان اقدامات کا مقصد معاشرے کو انتشار سے بچانا اور آئینی تقاضوں کے مطابق جداگانہ مذہبی شناخت رکھنے والی تمام اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کرنا بھی ہے، جو پاکستان کا شہری ہونے کے ناطے اُنہیں حاصل ہیں۔ لہٰذا عدالت یہ حکم جاری کرتی ہے کہ:

i. شناختی کارڈ، پیدائش سرٹیفکیٹ، پاسپورٹ کے حصول اور انتخابی فہرستوں میں اندراج کے لیے درخواست گزار سے آئین کی شق 260 ذیلی شق 3 اور جز اے بی میں مسلم اور غیر مسلم کی تعریف پر مبنی بیانِ حلفی لازمی قرار دیا جائے۔

ii. تمام سرکاری ونیم سرکاری محکموں بشمول عدلیہ، مسلح افواج، اعلیٰ سول سروسز میں ملازمت کے حصول یا شمولیت کو بھی متذکرہ بالا بیانِ حلفی سے مشروط قرار دیا جائے۔

iii. نادرا اَپنے قواعد میں کسی بھی شہری کی طرف سے اپنے درج شدہ کوائف، بالخصوص مذہب کے حوالے سے درستگی کے لیے مدت کا تعین کرے۔

iv. مقننہ آئین کے تقاضوں، عدالتِ عظمیٰ کے فیصلہ 1993SCMR1748 اور عدالتِ عالیہ لاہور کے فیصلہ PLD1992 Lah 1 میں طے شدہ قانونی بنیادوں کو روبعمل لاکر ضروری قانون سازی کرے اور ایسی تمام اصطلاحات جو دینِ اسلام اور مسلمانوں کے لیے مخصوص ہیں، انہیں کسی بھی اقلیت سے تعلق رکھنے والے افراد کو اپنی پہچان چھپانے کی غرض یا دیگر مقاصد کے لیے استعمال سے روکنے کے لیے بھی موجود قانون میں ضروری ترمیم اور اضافہ کرے۔

v. حکومتِ پاکستان اس بات کا خصوصی اہتمام کرے کہ ریاست کے تمام شہریوں کے درست

کوائف موجود ہوں اور کسی بھی شہری کے لیے اپنی اصل پہچان اور شناخت چھپانا ممکن نہ ہو سکے۔ نادرا میں قادیانیوں/ مرزائیوں کی درج شدہ تعداد اور مردم شماری کے ذریعے اکٹھے کیے گئے اعداد وشمار میں نمایاں فرق کی تحقیقات کے لیے فوری اقدام اٹھائے جائیں۔

vi. ریاست اس بات کی پابند ہے کہ وہ مسلم اُمہ کے حقوق، جذبات اور مذہبی عقائد کی حفاظت کرے اور اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنائے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی توفیق سے تمام فاضل وکلاء، قانونی ماہرین اور مذہبی اسکالرز نے اس مقدمہ کے دوران بھرپور معاونت کی اور یہ عدالت ان کی کاوشوں کا اعتراف کرتی ہے۔ اسی طرح تمام سرکاری افسران- جو مختلف اداروں سے تعلق رکھتے ہیں- کا تعاون قابلِ تعریف تھا۔ مزید برآں جناب ارشد محمود کیانی، ڈپٹی اٹارنی جنرل صاحب نے مثالی کردار ادا کیا اور اپنی ہمہ وقت کاوش وانتھک محنت سے عدالت کی طرف سے لگائی جانے والی ذمہ داریوں کو بطریقِ احسن ادا کیا، جس سے عدالت کو صحیح نتائج پر پہنچنے میں مدد ملی۔

یہ حکم اردو اور انگلش دونوں زبانوں میں جاری کیا جا رہا ہے۔''

....

جیسا کہ قارئین نے پڑھا کہ عدالتِ عالیہ نے قرار دیا ہے کہ آئین کی شق نمبر: ۵ کے مطابق ہر شہری کا بنیادی فرض ہے کہ وہ ریاست کا وفادار اور آئین وقانون کا پابند ہو، جب کہ بارہا یہ ثابت ہو چکا ہے کہ قادیانی نہ صرف یہ کہ بیرونِ ملک' پاکستان کے اہم راز افشاء کرتے ہیں، بلکہ پاکستان کو بدنام کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ آج تک انہوں نے ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کے پارلیمنٹ کے متفقہ فیصلے کو بھی قبول نہیں کیا، کیا کہا جائے کہ یہ ریاست کے ساتھ وفاداری ہے یا غداری؟ اور یہ آئین وقانون کی پابندی ہے یا قانون وآئین شکنی اور بغاوت؟

اسی طرح عدالت نے واضح کیا ہے کہ مسلم ہو یا غیر مسلم، وہ اپنی شناخت کو چھپانے والا، ریاست سے دھوکا دہی کا مرتکب ہوتا ہے، جو کہ آئین کو پامال کرنے اور ریاست سے استحصال کے زُمرے میں آتا ہے۔ اب ان قادیانیوں کے متعلق کیا کہا جائے گا جو قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک اپنی شناخت کو چھپا کر ریاست کو دھوکا، آئین کو پامال اور ریاست کا استحصال کرتے رہے۔ قادیانیوں سے مسلمانوں کا یہی تو اختلاف ہے کہ وہ اپنی شناخت اپنائیں، جس طرح کہ دوسری اقلیتیں اپنی شناخت: یہودی، عیسائی، ہندو، سکھ، پارسی وغیرہ اپناتی اور ظاہر کرتی ہیں۔ قادیانی ایسا کیوں نہیں کرتے؟

عدالت نے یہ بھی لازم کیا ہے کہ سرکاری اسکولوں، کالج اور یونیورسٹیوں میں اسلامیات کا مضمون پڑھانے کے لیے اساتذہ کے لیے مسلمان ہونا لازمی شرط قرار دی جائے۔

اب حکومت اور اداروں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ عدالتِ عالیہ کے حکم پر فی الفور عمل کریں اور جن قادیانیوں نے اپنی شناخت چھپا کر پاکستانی اداروں سے مفادات اُٹھائے ہیں، ان کو قرار واقعی سزا دی جائے اور ان کی جائیداد ضبط کر کے سرکاری خزانہ میں جمع کرائی جائے۔

اسی طرح جو لوگ اپنی شناخت چھپا کر اداروں میں گھسے ہوئے ہیں، ان کو معینہ تاریخ تک اپنی

شناخت واضح کرنے کا پابند کیا جائے، بصورتِ دیگر اُن کو سرکاری عہدوں سے برطرف کیا جائے، بلکہ ان کو ریاست کو دھوکا دینے، آئین کو پامال کرنے اور ریاست کے استحصال کی دفعات لگا کر سزا بھی دی جائے۔

اور یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ نظریۂ پاکستان کے مصور و خالق محترم جناب علامہ اقبالؒ نے بہت پہلے کہہ دیا تھا کہ: ''قادیانی ملک اور ملت کے غدار ہیں۔'' تو اس پر ابھی تک اعتماد کیوں نہیں کیا گیا؟ ان پر گہری نظر کیوں نہیں رکھی گئی؟ اور ان کی خفیہ ریشہ دوانیوں پر قدغن کیوں نہیں لگائی گئی؟

حالانکہ سابق وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا کہ قادیانی پاکستان میں وہی پوزیشن اور اسٹیٹس لینا چاہتے ہیں جو یہودی امریکہ میں لے چکے ہیں۔ خفیہ ایجنسیوں کی رپورٹیں گواہ ہیں کہ پاکستان میں ہر بحران کے پس منظر میں قادیانی لابیاں کارفرما ہوتی ہیں۔

اب محترم جسٹس جناب شوکت عزیز صاحب نے جو یہ تاریخی فیصلہ دیا ہے اور اس سے پہلے انٹرنیٹ کے بلاگرز نے جو نازیبا اور بیہودہ حرکات کی تھیں، ان کا نوٹس اور ان کے خلاف فیصلہ بھی اسی محترم و معزز جج صاحب نے دیا تھا، اب ان کے خلاف بھی سازشیں شروع ہوچکی ہیں، جیسا کہ روزنامہ جنگ کراچی بروز منگل ۲۴/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ، ۱۳/ مارچ ۲۰۱۸ء میں یہ خبر چھپی ہے۔

بہرحال تمام مسلمانوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ بیدار رہیں، قادیانیوں، ان کی لابیوں اور قادیانی نوازوں سے ہوشیار رہیں، اس لیے کہ ان کی سرشت اور خصلت میں ہے کہ وہ خفیہ اور پس پردہ ڈنگ مارتے اور ڈستے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ معزز جج کے خلاف کوئی سازش کرکے کامیاب ہوجائیں، اور مسلمان ہاتھ ملتے رہ جائیں۔

....

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ۱۰/ مارچ ۲۰۱۸ء بروز ہفتہ تاریخ ساز ختم نبوت کانفرنس بادشاہی مسجد لاہور میں منعقد ہوئی۔ کانفرنس کی تین نشستیں ہوئیں۔ مختلف نشستوں کی صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، نائب امراء مولانا عزیز احمد، مولانا پیر حافظ ناصر الدین خاکوانی نے کی، جبکہ مہمانِ خصوصی جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی امیر مولانا فضل الرحمٰن، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی تھے۔ کانفرنس میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سیکرٹری جنرل مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، مرکزی جمعیۃ اہل حدیث کے علامہ پروفیسر ساجد میر، جمعیۃ علماء پاکستان کے مولانا شاہ اویس نورانی، مولانا ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر، وفاقی وزیر مذہبی امور سردار محمد یوسف، جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی قائم مقام سیکرٹری جنرل مولانا محمد امجد خان، جامعہ اشرفیہ کے مہتمم مولانا فضل الرحیم، مرکزی جمعیۃ اہل حدیث پاکستان کے سربراہ علامہ پروفیسر ساجد میر، مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری، پاکستان شریعت کونسل کے مولانا زاہد الراشدی، مکہ مکرمہ سے آئے ہوئے مہمان مولانا ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ، جماعت اسلامی پاکستان کے مرکزی رہنما فرید احمد پراچہ، سجادہ نشین خانقاہ کوٹ مٹھن خواجہ معین

الدین کوریجہ، آزاد کشمیر کے ممبر اسمبلی راجہ محمد صدیق، شاہینِ ختم نبوت مولانا اللہ وسایا، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا ڈاکٹر میاں محمد اجمل قادری سمیت کثیر تعداد میں علماء اور لاکھوں کی تعداد میں عوام الناس نے شرکت کی۔

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کی جانب سے خطبۂ استقبالیہ آپ کے صاحبزادہ اور جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے استاذ حضرت مولانا ڈاکٹر سعید خان نے پڑھا، جس میں دوسری باتوں کے علاوہ یہ کہا گیا کہ:

''حضرات گرامی قدر! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت آج بھی عقیدۂ ختم نبوت کی پاسبانی کے لیے پرامن اور عدمِ تشدد کی پالیسی پر عمل پیرا ہے اور کبھی نہ بھولیے کہ ہمیں منبر ومحراب سے لے کر نیشنل اسمبلی تک، مقامی عدالتوں سے سپریم کورٹ تک تمام کامیابیاں پرامن جدوجہد سے ملی ہیں۔ آئندہ بھی جب تک جدوجہد پرامن رہے گی' کامرانی آپ کے قدم چومے گی۔ جس دن دشمن کی چالوں سے تشدد کی راہ پر چل پڑے، اکابر کے طریقۂ کار کو ترک کر دیا، تحریک ختم نبوت کی جدوجہد میں وہ گھڑی افسوس ناک ہوگی۔ اس اجتماع کے ذریعے یہ پیغام لے کر جائیں کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے جو شخص تشدد کو اپنائے، وہ اس تحریک کی روح سے ناواقف ہے یا دشمن کی چال کا شکار ہوگیا ہے۔ آپ پرامن ذرائع سے قانون کے دائرے میں رہ کر قادیانیت کے احتساب کا شکنجہ کستے جائیں گے تو دیکھیں گے کہ قادیانیت کا بت اس دھڑام سے گرے گا کہ غبار چھٹنے کے بعد قادیانیت نام کی کوئی بھی چیز آپ کو دیکھنے سے بھی نہ ملے گی۔ ان شاء اللہ! ثم ان شاء اللہ! وہ وقت قریب ہے اور یہ اجتماع اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے ایک نئی جدوجہد کی بنیاد فراہم کرے گا۔ **وماذٰلک علی اللّٰہ بعزیز!**

حضرات محترم! قادیانیت دینِ اسلام سے بغاوت کا دوسرا نام ہے۔ قادیانیت رحمت عالم ﷺ کے باغیوں کا وہ ملعون گروہ ہے کہ ان کا وجود ہی رسول اللہ ﷺ کی اہانت پر مبنی ہے۔ قادیانیوں سے بچنا، ان سے اُمت کے ہر فرد کو بچانا' ہمارا فرضِ منصبی ہے۔ اس کے لیے اس اجتماع کے ذریعہ چند کاموں کی طرف آپ دوستوں کو متوجہ کرتا ہوں:

ا:- یہ کہ ہر عالم دین مہینہ میں ایک جمعہ عقیدۂ ختم نبوت کے بیان کے لیے وقف کرے، مثلاً: ایک شہر کی سو مساجد میں جمعہ پر ردقادیانیت پر بیان ہو۔ فی مسجد ایک ہزار آدمی تصور کریں تو یوں ایک شہر میں صرف جمعہ کے بیان سے ایک لاکھ آدمی تک ہم ختم نبوت کا پیغام پہنچا پائیں گے۔ گویا ہر ماہ کو جمعہ پر ختم نبوت کے بیان کی اگر پورے ملک میں سکیم چل نکلے تو ہر ماہ ایک بار پورے ملک میں آپ نے کروڑوں افراد تک ختم نبوت کا پیغام پہنچا دیا۔ علمائے کرام کی معمولی توجہ سے پورا ملک ختم نبوت کی جلسہ گاہ بن جائے گا۔ اُمید ہے کہ آپ اس پر نہ صرف توجہ کریں گے، بلکہ جو حضرات موجود نہیں، ان

تک نہ صرف آواز پہنچائیں گے، بلکہ ان کو آمادہ بھی کریں گے۔

۲:- آپ تمام حضرات پرامن جدوجہد اور سعی مقبول سے قادیانیت سے اجتناب کریں۔ لوگوں کی ذہن سازی کریں۔ میں ایک ملعون شخص سے، رسول اللہ ﷺ کے دشمن سے ہاتھ نہیں ملاتا، اس کی دکان سے سودا نہیں لیتا۔ دنیا کا کونسا قانون ہے جو مجھے مجبور کرے کہ تم ایسا نہ کرو۔ یہ میرا حقِ خودارادیت ہے کہ اگر میں اپنے ماں باپ کے دشمن سے تعلق نہیں رکھتا تو آپ ﷺ کے دشمنوں سے بھی تعلق نہ رکھوں۔ قادیانی خود کو مسلمان کہلاکر، مسلمانوں کو، حضور ﷺ کے نام لیواؤں کو، پوری اُمتِ مسلمہ کو کافر قرار دیتے ہیں۔ مرزا قادیانی کو نبی اور محمد رسول اللہ، مرزا قادیانی کے دیکھنے والوں کو صحابی، مرزا قادیانی کی بیوی کو ام المومنین، مرزا قادیانی کے خاندان کو اہل بیت کہتے ہیں۔ جنت البقیع کے مقابلہ میں بہشتی مقبرہ کا ڈھونگ رچایا ہے۔ وہ اپنے کفر پر اسلام کی اصطلاحات کا چولہ پہنا رہے ہیں۔ وہ ہمارے تشخص کو برباد کررہے ہیں۔ آئینِ پاکستان کہتا ہے کہ قادیانی کافر ہیں۔ وہ خود کو مسلمان کہہ کر آئینِ پاکستان سے اعلانیہ بغاوت کے مرتکب ہورہے ہیں۔ مسلمانوں کو کافر کہہ کر پوری مسلم اُمہ کے وجود کو ملیامیٹ کرنے کے درپے ہیں۔ ان سے بچنا اور تمام مسلمانوں کو بچانا ہمارے لیے فرض کا درجہ رکھتا ہے۔ اگر رحمتِ عالم ﷺ کی عزت وناموس کے تحفظ کے لیے ہم کام نہیں کرتے، اپنے فرضِ منصبی کو نہیں نبھاتے تو خدشہ ہے کہ کہیں ہمارے دل زنگ آلود تو نہیں ہوگئے۔ ہم حضور ﷺ کے دشمن، قادیانیوں سے تعلقات رکھ کر حضور ﷺ کی دشمنی میں ان ملعون قادیانیوں کے ساتھ تو شریک نہیں؟

۳:- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی تحریک پر پچاس سے زیادہ اہم شہروں میں ختم نبوت چوک قائم ہوگئے ہیں، چوکوں کا نام ختم نبوت چوک رکھنا یہ مستقل تبلیغ ہے۔ اس کے لیے اس انتخابی مرحلے پر کینیڈیٹ حضرات سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اپنے حلقہ کے اہم شہروں میں ختم نبوت کے چوک قائم کرائیں۔ یہ موقع ہے، اس سے بھرپور فائدہ اُٹھایا جائے۔

۴:- سالانہ ختمِ نبوت کورس چناب نگر جو ۴ شعبان سے ۲۵ شعبان تک منعقد ہوگا، اس میں بھرپور شرکت کی جائے۔

برادرانِ گرامی! نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تبلیغ، جہاد، سب فرائض کا تعلق حضور ﷺ کے اعمال سے ہے۔ ختم نبوت کا تعلق حضور ﷺ کی ذات سے ہے۔ حضور ﷺ کی عزت وناموس کی پاسبانی ودربانی افضل الفرائض میں شامل ہے۔ باقی فرائض پر تو عمل ہے، لیکن حضور علیہ السلام کی عزت وناموس کے تحفظ کی فکر نہیں تو نہ صرف حبطِ اعمال کا اندیشہ ہے، بلکہ قیامت کے دن شفاعت سے محرومی کا باعث بھی ہے۔ کیا خوب کہا:

نماز اچھی روزہ اچھا حج اچھا زکوٰۃ اچھی مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی حرمت پر خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

آپ رحمتِ عالم ﷺ کی عزت وناموس کے تحفظ کے لیے سراپا نمونہ بن جائیں اور کچھ نہیں تو

کم از کم درجہ یہ ہے کہ قادیانیوں سے اجتناب کریں۔ اگر یہ بھی نہیں کرتے تو فکر کریں کہ ہم میں ایمان بھی ہے یا نہیں۔ قانون اور ملک کے باغی قادیانی گروہ کو راہ راست پر لانے کے لیے ان سے اجتناب کا حربہ استعمال کریں، تاکہ ان کو احساس ہو کہ وہ مرزا قادیانی ملعون کو مان کر مسلم اُمت کا حصہ شمار نہیں ہوسکتے۔ جب ان میں یہ احساس پیدا ہوگا، وہ مرزا قادیانی ملعون کی غلامی کا طوق اپنی گردن سے اُتارنے پر مجبور ہوں گے۔ امید ہے کہ اس پرامن جدوجہد کو بھرپور کامیاب کیا جائے گا۔''

کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے قائدِ جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن نے کہا کہ: جب عقیدۂ ختم نبوت پر حملہ کیا گیا اور ہندوستان کے تمام مکاتبِ فکر کے علماء کرام نے ایک جامع حکمت عملی کے ذریعے تمام سازشوں کا مقابلہ کیا، اس وقت تمام طاغوتی قوتیں اس کی پشت پر تھیں، لیکن پاکستانی قوم نے جس وحدت کا مظاہرہ کیا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستانی قوم جیت گئی اور عالمی قوتیں شکست کھا گئیں۔ آپ کے اتحاد و اتفاق نے آپ کی قربانی کی لاج رکھی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں لاہور کی سڑکیں دس ہزار ختم نبوت کے پروانوں کی لاشوں سے رنگین ہوئیں۔ ہم اس اجتماع کے ذریعے استعماری قوتوں کو پیغام دینا چاہتے ہیں کہ تم کبھی بھی پاکستان کی سرزمین سے قادیانیوں کی غیرمسلم حیثیت ختم نہیں کرسکتے۔ ختم نبوت ہمارا مشترکہ عقیدہ ہے۔ ہم نے ہمیشہ یہ رونا رویا کہ حکمران اسلام نافذ نہیں کررہے، پارلیمنٹ اسلامی قانون سازی نہیں کررہی، اسلامی دفعات تبدیل ہوگئیں، آئین معطل ہوگیا، ختم نبوت کا قانون معطل ہوگیا، اس کے ذمہ دار حکمران اور ممبرانِ پارلیمنٹ ہیں اور کبھی بھی اس عقیدۂ ختم نبوت کے محافظین کو اسمبلی میں پہنچانے کے لیے ہم نے کوئی کردار ادا نہیں کیا۔ ہم چھوٹی سی تعداد میں اپنی حکمت عملی اپنا کر اس ایوان میں عقیدۂ ختم نبوت اور ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے اپنا کردار ادا کررہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ: پاکستان کا آئین کہتا ہے کہ اسلام پاکستان کا مملکتی مذہب ہوگا اور قرآن وسنت کے مطابق قانون سازی ہوگی اور قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنے گا۔ آئین سازی پارلیمنٹ کا کام ہے اور پارلیمنٹ میں آپ نے وہ دنیا بھیجی ہے جن کو سورۂ اخلاص نہیں آتی، آپ ان سے توقع رکھیں گے کہ وہ قرآن وسنت کے مطابق قانون سازی کریں گے۔ آج باقاعدہ لابیاں، این جی اوز دیمک کی طرح اداروں میں گھسی ہوئی ہیں اور وہ قوانینِ ختم نبوت کی تبدیلی کے لیے خفیہ کام کرتی ہیں۔

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی نے کہا کہ: وہ قادیانی جنہوں نے ملازمتیں حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا، پھر ملازمت سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد قادیانی ہوگئے تو ان پر مرتد ہونے کی سزا شرعی طور پر لازم آتی ہے، لہٰذا حکومتِ وقت یہ سزا اُن پر جاری کرے۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری نے کہا کہ: راجہ ظفرالحق کی سربراہی میں بننے والی کمیٹی کی رپورٹ منظر عام پر لانے کے بعد اس میں نشان زد مجرموں کو سزا دی جائے۔ بے گناہ علماء کے نام فورتھ شیڈول سے ختم کیے جائیں۔ مدارس کو تنگ کرنے کا

سلسلہ بند کیا جائے ۔ نصابِ تعلیم میں ختم نبوت کا مضمون تفصیل کے ساتھ شامل کیا جائے ۔

مرکزی جمعیۃ اہل حدیث کے سربراہ علامہ ساجد میر اور مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری نے کہا کہ: ختم نبوت دینِ اسلام کا اَساسی و بنیادی عقیدہ ہے ۔ پورے دینِ اسلام کی عمارت عقیدۂ ختم نبوت پر قائم ہے ۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس عقیدہ کی حفاظت کے لیے بارہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کی عظیم الشان قربانی دے کر تحریکِ ختم نبوت کی بنیا د رکھی ۔ سنتِ صدیقی پر عمل کرتے ہوئے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائے گا ۔

جمعیۃ علماء پاکستان کے مولانا شاہ اویس نورانی نے کہا کہ: مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا مفتی محمود کے بیٹوں نے ختم نبوت کے عظیم مشن کے ساتھ نہ کبھی غداری کی ہے اور نہ کوئی سودا بازی کی ہے ۔ ۲۰۱۸ء کے الیکشن میں اسلام اور شعائرِ اسلام کا تمسخر اڑانے والوں اور تحفظ ناموس رسالت وختم نبوت کے قوانین سے غداری کرنے والوں کو کہیں پناہ نہیں ملے گی ۔

جے یو پی کے مولانا ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر نے کہا کہ: حکمران تحفظِ ناموسِ رسالت اور ختم نبوت قوانین کو غیر مؤثر کرنے کے لیے نت نئے حربے اور بہانے تراش رہے ہیں ۔ ختم نبوت کے قانون میں بے جا ترامیم کی کوششیں کی جارہی ہیں اور یہ شوشہ بھی چھوڑا جارہا ہے کہ جس نے توہینِ رسالت کا کوئی جھوٹا مقدمہ درج کرایا، اس کو بھی توہینِ رسالت کی سزا دی جائے گی ۔ انہوں نے سوال کیا کہ: کیا دیگر مقدمات میں بھی یہی قانون نافذ ہے کہ کوئی قتل کا جھوٹا مقدمہ درج کرائے تو اسے بھی قتل کی سزا دی جائے؟ جو ملک سے غداری کا جھوٹا مقدمہ درج کرائے تو اسے بھی غداری کی سزا دی جائے؟ اگر ایسا نہیں تو پھر ختم نبوت اور تحفظِ ناموسِ رسالت (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے قوانین کے ساتھ ایسا کیوں؟ اس قسم کی قانون سازی کرکے اس کو غیر مؤثر کرنے کی سازشیں کی جارہی ہیں ۔

انجمن خدام الدین کے سربراہ مولانا ڈاکٹر میاں محمد اجمل قادری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: مصورِ پاکستان علامہ اقبالؒ نے کہا تھا کہ: ''قادیانی ملک وملت کے غدار ہیں ۔'' غدارانِ ملت کا تعاقب علامہ اقبالؒ کی روح کے لیے تسکین کا باعث ہوگا ۔

جماعتِ اسلامی کے مرکزی رہنما فرید احمد پراچہ نے کہا کہ: عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا طرۂ امتیاز ہے ۔ ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء کی تحریکیں ہائے ختم نبوت مجلس کی میزبانی میں چلائی گئیں اور کامیابی سے ہمکنار ہوئیں ۔

شاہینِ ختم نبوت مولانا اللہ وسایا نے کہا کہ: عقیدۂ ختم نبوت تمام مسلمانوں کی مشترکہ متاعِ عزیز ہے، اُسے سیاسیات کی بھینٹ نہیں چڑھنے دیا جائے گا ۔ انہوں نے کہا کہ: ہمارے بزرگوں نے اُسے سیاسیات اور فرقہ واریت سے بچائے رکھا، تاکہ تمام مسالک اور سیاسی جماعتیں اس پلیٹ فارم پر جمع ہوکر آقاء نامدار ﷺ کی ختم نبوت کا تحفظ کرسکیں ۔

اس ختم نبوت کانفرنس میں درج ذیل قرار دادیں بھی پاس کرائی گئیں:

''ا:- ختم نبوت کانفرنس کا یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ: اسلامی نظریاتی کونسل کی منظور کردہ سفارشات کے مطابق ارتداد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔

۲:- امتناع قادیانیت قانون اور تحفظ ناموس رسالت کے قانون پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے۔

۳:- یہ اجلاس ملک میں بڑھتے ہوئے توہین رسالت کے رجحان پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اسے عذاب خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف قرار دیتا ہے اور حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ توہین رسالت ایکٹ پر اس کی روح کے مطابق سختی کے ساتھ عملدرآمد کیا جائے، تاکہ کسی بدباطن کو توہینِ رسالت کی جرأت نہ ہوسکے۔

۴:- یہ اجلاس ملک بھر کے خطباء سے اپیل کرتا ہے کہ ہر ماہ کا ایک جمعہ عقیدۂ ختم نبوت کے بیان کے لیے وقف کریں، تاکہ نئی نسل کو قادیانی عقائد کی سنگینی کا احساس ہو۔

۵:- یہ اجلاس آزاد کشمیر اسمبلی، آزاد کشمیر کونسل کے مشترکہ اجلاس ۶ رفروری ۲۰۱۸ء میں پاکستان کے منظور کردہ تمام قوانینِ ختم نبوت کو آزاد کشمیر کے قانون کا حصہ بنانے میں ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مبارک باد پیش کرتا ہے۔

۶:- یہ اجلاس لاہور اور مضافات کے دینی مدارس کے علمائے کرام، رابطہ کمیٹی ختم نبوت کانفرنس، نیز سیکورٹی کے فرائض سرانجام دینے والے سینکڑوں نوجوانوں، کانفرنس کی کامیابی کی کوشش کرنے والے اداروں بالخصوص حکومتِ پنجاب، محکمۂ اوقاف کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دعا گو ہے کہ اللہ پاک اُنہیں اپنے شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائیں۔

۷:- یہ اجلاس ملک شام میں ہونے والے خوفناک قتل عام کی پرزور مذمت کرتا ہے اور عالم اسلام کے رہنماؤں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اصلاحِ احوال کے لیے اپنے فرائضِ منصبی کو بروئے کار لائیں۔

۸:- اس اجلاس کے توسط سے اسلامیانِ وطن کو اس بات پر متوجہ کیا جاتا ہے کہ قادیانی مصنوعات اور اُن کے اداروں خصوصاً شیزان کمپنی کی تمام مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہم سب کا حامی وناصر ہو، آمین۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ حضور اکرم ﷺ کی عزت وناموس کی حفاظت کے لیے ہم سب کی ان کوششوں اور کاوشوں کو قبول فرمائے۔ قادیانیوں کو جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی سے دامن چھڑا کر حضور اکرم ﷺ کے دامن سے وابستہ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ پاکستان اور اس کے تمام اداروں کو سازشیوں کی سازشوں سے محفوظ فرمائے اور پاکستانی عوام کو امن وامان اور خوشحالی سے مالامال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ أجمعین

بے مثال وراثت !

امام اہلِ سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ
سابق مہتمم واستاذِ حدیث جامعہ

زیرِنظر مضمون آج سے تقریباً بتیس سال پہلے ماہنامہ ''بینات'' کے شعبان المعظم ۱۴۰۶ھ مطابق مئی ۱۹۸۶ء کے شمارے میں شائع ہوا، جس کا تعارف اُس وقت یوں کرایا گیا تھا:

''۱۱؍رجب المرجب ۱۴۰۶ھ صبح گیارہ بجے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں ختم بخاری شریف کی تقریب منعقد ہوئی، جس میں مفتی اعظم پاکستان جناب مفتی ولی حسن خان صاحب ٹونکی دامت برکاتہم کے علاوہ جامعہ کے مہتمم اور ماہنامہ ''بینات'' کے نگرانِ اعلیٰ جناب مولانا مفتی احمد الرحمٰن اور حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر نے نہایت مؤثر اور مدلل خطاب فرمایا، جو بعد میں ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے کاغذ پر منتقل کرلیا گیا۔ ذیل میں مفتی احمد الرحمٰن صاحب کے بیان پر مشتمل اس کا ایک حصہ قارئین ''بینات'' کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔'' **(ادارہ)**

مدارسِ دینیہ کے تعلیمی سال کے اختتام کی مناسبت سے مذکورہ مضمون عام قارئین بینات اور بالخصوص جدید فضلاء کرام کے افادے کے لیے قندِ مکرر کے طور پر پیش خدمت ہے۔ **(ادارہ)**

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا، اُسے خوبصورت سانچے میں ڈھالا، ظاہری خوبیوں کے ساتھ باطنی کمالات سے بھی نوازا، اُسے عقل وشعور اور اِدراک کی قوت عطا کی، اپنی مخلوق میں سب سے بہتر اور اشرف قرار دیا، حتیٰ کہ اپنی معصوم مخلوق فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہوں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنا خلیفہ بنایا اور علم کی دولت سے مالا مال کرکے اس کی برتری ثابت کی، پوری کائنات کو اس کی خدمت پر مامور کردیا اور اس انسان کی جسمانی وروحانی تربیت کا مکمل انتظام کیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا اکرم ہے، مگر اسی پر اکتفاء نہیں، اللہ تعالیٰ نے ہم پر مزید فضل فرمایا کہ ہمیں مسلمان بنایا اور اس اُمت کا فرد بنایا جو سب سے بہتر اُمت ہے، اس سے بھی بڑھ کر یہ کرم فرمایا کہ ہمیں طالب علم بنایا، وہ طالب علم جس کے پاؤں کے نیچے فرشتے پَر بچھاتے ہیں، جس کے لیے ہر مخلوق دعا کرتی ہے، حتیٰ کہ مچھلی پانی میں اور چیونٹی اپنی بل میں اس کے لیے دعا گو ہوتی ہے اور سب سے بڑی

نعمت یہ عطا فرمائی کہ حدیث کا طالب علم بنایا، آج آپ کے لیے کس قدر مسرت وخوشی کا دن ہے اور یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ ’’أصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ‘‘ (اللہ کی کتاب کے بعد صحیح ترین کتاب) بخاری شریف کی آپ نے تکمیل کی، اس کا آخری سبق پڑھا، صرف بخاری ہی نہیں بلکہ صحاحِ ستہ کے علاوہ مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد اور امام طحاویؒ کی کتاب الآثار بھی پڑھ چکے ہو۔ اللہ پاک نے آپ کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وارث بنادیا، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’علماء انبیاء کے وارث ہیں۔‘‘ آپ بہت خوش قسمت ہیں، آپ کو کسی حکومت، کسی سرمایہ دار، کسی جاگیردار کی وراثت نہیں ملی، آپ کو شداد، فرعون، نمرود اور قارون کی وراثت نہیں ملی، بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت آپ کے حصہ میں آئی ہے، آج اللہ پاک نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت کا تاج آپ کے سروں پر رکھ دیا، وہ انبیاء کرام علیہم السلام جن کا مقام بہت بلند ہے، اللہ تعالیٰ کے بعد انبیاء ہی کا درجہ ہے، انبیاء علیہم السلام کا مقام تو بہت بلند ہے، حضور اکرم ﷺ کی صحبت میں بیٹھنے والے، آپ ﷺ کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو جلا بخشنے والے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مقام بھی اس قدر رارفع اور بلند ہے، جس کی کوئی انتہاء نہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام کا اندازہ اس واقعہ سے لگایئے! ایک مرتبہ کسی نے اپنے وقت کے جلیل القدر محدث حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ: امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ بلند ہے یا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا؟ آپؒ نے فرمایا: ’’امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جس گھوڑے پر سوار ہو کر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد کیا ہے، اس گھوڑے کی ناک اور نتھنوں میں جو غبار داخل ہوا، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اس کے برابر بھی نہیں۔‘‘

یہ کوئی شاعرانہ مبالغہ نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے، حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کوئی شاعر نہیں تھے، بلکہ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث اور جید عالم تھے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے اللہ والے، صاحب علم اور علم دوست تھے، بڑی خوبیوں کے مالک۔ ان کو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمرے میں شمار کیا جاتا ہے اور ان کے بے مثال دورِ حکومت کو خلافتِ راشدہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، ان کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہے، مگر چونکہ صحابی نہیں تھے، انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت نہیں کی تھی، اس لیے صحابی کے برابر نہیں ہوسکتے۔ بڑے سے بڑا عالم، شیخ وقت، قطب وابدال کوئی بھی ایک ادنیٰ صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ مقام ہے تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مقام تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت بلند ہے، ان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وارث اللہ نے آپ کو بنایا، آپ کو وراثت میں دولت نہیں ملی، جاگیر نہیں ملی، بلکہ علم کا خزانہ آپ کے ہاتھ آیا ہے اور اتنی بڑی دولت اور نعمت ہے کہ دنیا کی تمام دولت اور ہر نعمت اس پر قربان کی جاسکتی ہے اور اتنی بڑی نعمت کے مل جانے پر آپ کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے آخر میں جو حدیث ذکر کی: ''**سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ سبحان اللّٰہ العظیم** ''، جس کی تشریح وتوضیح شیخ الحدیث مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن صاحب مدظلہٗ العالی ابھی فرمارہے تھے اور اسی حدیث پر کتاب ختم ہوئی ہے۔ یہ حمد کی حدیث ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی پاکی اور اللہ کی حمد وثنا ہے۔ اس حدیث کو آخر میں بیان کر کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس نعمت کا شکر یہ ادا کیا ہے اور آپ کو بھی شکرِ خداوندی کی ترغیب دی ہے، آپ پر بھی واجب اور ضروری ہے کہ اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر ادا کریں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہت اونچی شخصیت کے مالک تھے، آپ کے علمی مقام کا اندازہ اس سے لگایئے کہ چھ لاکھ احادیث کے ذخیرہ سے صحیح احادیث منتخب کر کے یہ کتاب تصنیف فرمائی، حتیٰ کہ اپنے وقت میں احادیث کی صحت وضعف کو پرکھنے کے لیے علماء کی نظر میں آپ ایک کسوٹی کی حیثیت رکھتے تھے۔

آپ کے زہد کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ بیمار ہوگئے، تشخیصِ مرض کے لیے اطباء کو جب ان کا قارورہ دکھایا تو اطباء نے قارورہ دیکھ کر کہا کہ یہ تو ایسے راہب کا قارورہ معلوم ہوتا ہے جس نے عرصۂ دراز سے سالن استعمال نہ کیا ہو۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ چالیس سال سے سالن استعمال نہیں کیا، صرف جَو کی سوکھی روٹی کھایا کرتے تھے۔ حکماء کے اصرار پر صرف یہ منظور کیا کہ جَو کی روٹی کے ساتھ صرف تین بادام استعمال کریں گے، یہی ان کا سالن تھا۔

ان کا علمی مقام اپنی جگہ پر مسلَّم، انہوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ علم حاصل کیا، بلکہ اس علم کی لاج بھی رکھی، آج کل اس چیز کی بہت کمی ہے، حالانکہ یہ بہت ضروری ہے کہ جب اللہ نے علم عطا فرمایا ہے تو اس کی لاج بھی رکھے، علم کی عزت کرے، اس کی توہین نہ کرے، اسے بے عزت نہ کرے، کوئی ایسا کام نہ کرے جس کی وجہ سے علم بدنام ہو، اس کی تذلیل ہو۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے کسی کے ذمے پچیس ہزار درہم تھے اور وہ مسلسل ٹال مٹول کررہا تھا، دینا ہی نہیں چاہتا تھا، اس زمانے میں یہ بہت بڑی رقم تھی۔ امام صاحبؒ کے کسی دوست نے مشورہ دیا کہ حاکم وقت آپ کا معتقد ہے، آپ کے متعلقین میں سے ہے، آپ اگر اشارہ بھی کردیں تو آپ کی یہ رقم وصول ہوجائے گی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: وہ میرے علم کی وجہ سے میرا معتقد ہے، میں اپنے علم اور دین کو دنیا کے کسی کام کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہتا، نہ اس سے دنیا کا کوئی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ حکمرانوں کا حال تو یہ ہے کہ جب وہ کسی کا کوئی کام کرتے ہیں تو اس کا بدلہ بھی چاہتے ہیں، آج وہ میرا یہ کام کردیں گے، کل مجھ سے اپنا کوئی کام لیں گے، دنیا کا کوئی کام میرے سپرد کریں گے اور میں دین کو چھوڑ کر کبھی دنیا اختیار نہیں کرسکتا۔ تو علم کا وقار اور اس کا تحفظ بھی آپ کی ذمہ داری ہے، آپ اس کا وقار بلند کریں، اسے ذلیل ورسوا ہونے نہ دیں۔

جیسا کہ حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ العالی نے فرمایا کہ: اللہ پاک نے آپ کو عالم بنادیا، آپ فارغ التحصیل ہوگئے، مگر اس پر غرور نہ کرنا اور یہ نہ سمجھنا کہ ہم تو اب عالم بن گئے، اب علم سیکھنے کی ضرورت

نہیں، جس دن یہ خیال ذہن میں آ گیا تو سمجھ لینا کہ یہ سب سے بڑی جہالت ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو امام دار الہجرہ کے لقب سے مشہور ہیں، آپ اپنے وقت کے مجتہد تھے، ہزاروں آدمی آپ کے مقلد تھے، خصوصاً مغرب کے لوگ تو اکثر آپ کے مقلد تھے۔ مغرب سے ان کے مقلدین کا ایک وفد چالیس مسائل لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ سے یہ مسائل پوچھے، آپ نے ان میں سے صرف چار مسئلوں کا جواب دیا، باقی چھتیس مسائل کے جواب میں آپ نے ''لا أدری'' (میں نہیں جانتا) فرمایا۔ آج کل تو ایک مرض یہ بھی ہے کہ اپنی علمیّت اور قابلیت ضرور ظاہر کی جاتی ہے۔ کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو اس کا جواب ضرور دیا جاتا ہے، چاہے غلط ہی کیوں نہ ہو، اور یہ کہنے میں سبکی محسوس کرتے ہیں کہ ہمیں اس کا جواب نہیں معلوم، حالانکہ یہ بہت بڑا جہل ہے، بلکہ ڈبل جہل۔ اگر کوئی بات معلوم نہ ہو تو کہہ دینا چاہیے کہ مجھے معلوم نہیں۔ یہ اعتراف واقرار کرنا بھی ایک طرح کا علم ہے اور ابھی تو آپ کی ابتداء ہے، ابھی تو آپ میں صرف یہ صلاحیت پیدا ہوئی ہے کہ آپ کتاب سمجھ سکتے ہیں، اس سے مسئلہ معلوم کر سکتے ہیں۔

جو علم آپ نے حاصل کیا، اس کا مطالبہ اور تقاضا یہ ہے کہ آپ اس پر عمل پیرا ہوں، آپ کے اخلاق بلند ہوں، تکبر وغرور سے آپ دور ہوں، علم، تواضع اور انکساری چاہتا ہے۔ ہمارے اس ادارے کے بانی اور مؤسس محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ جن کی شخصیت، جن کے اخلاق، جن کے اخلاص سے آپ واقف ہیں، جنہوں نے کس حال میں اس مدرسہ کی بنیاد رکھی، اسباب وسائل سے تہی دامن تھے، مگر اخلاص وللّٰہیت اور خدا پر اعتماد کی دولت سے آپ کا دامن لبریز تھا، اسی کو بنیاد بنا کر یہ کام شروع کیا، کس حال میں شروع کیا تھا اور کس طرح اللہ نے کامیابیوں سے نوازا، یہ سب آپ کے سامنے ہے، میں تفصیل میں جانا نہیں چاہتا۔ یہی حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو اپنے ہاتھ سے آپ کے یہ بیت الخلاء صاف کیا کرتے تھے، اسی قسم کا ایک واقعہ آپ کے شیخ الشیخ، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، آپ ٹرین میں سفر کر رہے تھے، ہر طرح کے لوگ اس میں سوار تھے، مسلمان بھی اور غیر مسلم بھی، ایک ہندو جو آپ کے برابر میں ہی بیٹھا ہوا تھا، قضائے حاجت کے لیے بیت الخلاء گیا، مگر ناک بھوں چڑھاتا ہوا واپس آ گیا کہ وہ تو بہت گندہ استعمال کے قابل نہیں، تھوڑی دیر میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ چپکے سے اُٹھے اور جا کر اپنے ہاتھوں سے اس طرح صاف کر دیا، کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا تھا کہ تھوڑی دیر پہلے یہاں غلاظت کا ڈھیر پڑا ہوا تھا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے اور اس ہندو سے کہا: آپ کو تقاضا تھا، آپ چلے جائیے، اس نے کہا: نہیں، وہ تو بہت گندا ہے، آپ نے فرمایا: نہیں، وہ تو بالکل صاف ہے، میں ابھی ہو کر آیا ہوں، جب وہ ہندو وہاں گیا تو دیکھ کر حیران رہ گیا اور سمجھ گیا کہ اسی شخص نے یہ صاف کیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد اسٹیشن آیا تو وہ ہندو اُتر کر دوسرے ڈبے میں سوار ہو گیا اور کہنے لگا: اگر

تھوڑی دیر میں اور اُن کے پاس بیٹھتا تو مسلمان ہو جاتا۔ یہ تھے ہمارے اکابر اور بزرگ جو اس قدر بلند اخلاق کے مالک تھے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ جب ہم ان کے نام لیوا ہیں تو ان کے سے اخلاق بھی اپنے اندر پیدا کریں، تواضع اور انکساری اختیار کریں، تکبر اور اکڑ سے کچھ نہیں ہوتا، بلکہ یہ انسان کی ذلت ورسوائی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ ہمارے اکابر کو جو بلند مقام حاصل ہوا وہ اسی تواضع اور اخلاقِ عالیہ کی بدولت۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اُسے بلند کرتا ہے۔''

فارغ ہونے کے بعد ایک بہت بڑا اور اہم مسئلہ معاش کا سامنے آتا ہے اور ہر ایک یہ سوچتا ہے کہ میں کھاؤں گا کہاں سے؟ اس سلسلہ میں ظاہری اسباب کے طور پر ہر ایک کو باعزت ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے جس میں معاش کا مسئلہ بھی حل ہو اور علم کا وقار بھی بحال رہے، دین کی خدمت بھی ہوتی رہی۔ اس بارے میں ایک واقعہ آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں:

دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے صاحبِ دل اور مجذوب تھے، بہت بڑے بزرگ تھے، ایک دن کلاس میں آئے، یہ کہتے ہوئے: منوا کر چھوڑا، منوا کر چھوڑا، پوچھا گیا: حضرت! کیا منوا کر چھوڑا، اور کس سے منوایا؟ فرمایا: ''میں ایک عرصہ سے یہ دعا کرتا رہا کہ: ''اے اللہ! جو بھی اس دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوا اُسے معاشی لحاظ سے کبھی تنگی میں مبتلا نہ کر، یہ دعا میں ہمیشہ کرتا رہا، مگر آج تو اللہ پاک سے منوا کر ہی چھوڑا، آج اللہ نے میری دعا قبول فرمالی۔''

ہمارا بھی اسی دارالعلوم دیوبند سے تعلق ہے، اور یہ بھی بتادوں کہ ہمارے حضرتؒ نے بھی اس ادارے، اس میں پڑھنے والے، اس کے متعلقین اور اس کے معاونین اور اس کے مخلصین سب کے لیے اس قدر دعائیں کی ہیں جس کی کوئی انتہا نہیں اور بس دیکھتا ہوں کہ آج جہاں کہیں بھی اس ادارے کے فضلاء دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں دنیا کے لحاظ سے کبھی تنگی نہیں ہوئی۔ آپ بھی یہ عزم کر لیجئے کہ ہم دین کی خدمت کریں گے تو ان شاء اللہ! کبھی آپ کو تنگی نہیں ہوگی۔ ہم نے بہت سے ایسے ساتھیوں کو دیکھا ہے جن کی علمی استعداد بہت کم تھی، مگر جب وہ اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت میں مصروف ہوئے تو اللہ تعالیٰ ان سے دین کی خدمت بھی لے رہا ہے اور دنیا کے اعتبار سے بھی وہ اچھی حالت میں ہیں۔

طالب علم اور اس کے فضلاء تو تنگی میں کیوں کر مبتلا ہوں گے؟! اس کے ساتھ تعاون کرنے والوں کو اللہ نے بے انتہا نوازا۔ جامعہ کے مخلصین میں سے ایک حضرت کے پاس آکر بار بار یہ کہتے تھے کہ: ''اس مدرسہ کی خدمت کی برکت سے اللہ نے مجھے بہت دیا'' اور حضرت اپنے ساتھیوں سے فرماتے تھے کہ: اللہ نے اسے اس قدر نوازا ہے کہ یہ ضبط نہیں کر پارہا اور اس کا اظہار کرنے پر مجبور ہے۔

آپ بھی معاشی مسئلہ سے پریشان نہ ہوں، دین کے سپاہی بن جائیں اور دین کی خدمت کا عزمِ مصمم کرلیں تو یہ سب مسئلے حل ہوجائیں گے۔

حدیث پڑھنے والوں کے لیے تو بشارتیں ہیں، ان کے لیے حضور اکرم ﷺ نے دعائیں فرمائی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی، اس کو یاد کیا اور پھر جیسے سنا تھا اسی طرح دوسروں کو پہنچادیا۔''

حضور اکرم ﷺ کے الفاظِ قدسیہ جو یاد کرتے ہیں، ان کی حفاظت کرتے ہیں، ان کو دوسروں تک پہنچاتے ہیں، ان کے لیے آپ ﷺ کی یہ دعا ہے اور یہ بہت بڑا شرف ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! میرے خلفاء پر رحم فرما۔'' صحابہؓ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے پیغمبر! آپ کے خلفاء کون ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: جو میری احادیث یاد کرتے ہیں اور لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔''

علم دین حاصل کرنے والوں کو جنت کی بشارت دیتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو علم کے راستہ پر چلتے ہیں اللہ ان کے لیے جنت کا راستہ آسان کردیتا ہے۔'' اس بشارت میں جس طرح علم دین حاصل کرنے والے داخل ہیں، اسی طرح وہ لوگ بھی داخل ہیں جو حصولِ علم کے سلسلہ میں کسی بھی طرح کی اعانت کرتے ہیں۔

ایک بہت بڑا انعام آپ پر یہ ہوا کہ آپ کو ''سندِ حدیث'' مل گئی۔ ''سندِ حدیث'' کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ آپ کا اتصال ہوگیا، نبی کریم ﷺ کے ساتھ آپ کا جوڑ قائم ہوگیا، کیونکہ ہم نے یہ علم اپنے اساتذہ سے حاصل کیا، ہمارے اساتذہ نے اپنے اساتذہ سے، اسی طرح سلسلہ درسلسلہ ہر ایک نے اپنے اساتذہ سے یہ علم حاصل کیا، تبع تابعینؒ نے تابعینؒ سے، تابعینؒ نے صحابہ کرامؓ سے، صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم ﷺ سے اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے یہ علم سکھایا، تو اللہ پاک عطا کرنے والے ہیں اور حضور اکرم ﷺ اس کے تقسیم کرنے والے ہیں۔

یاد رکھو کہ جب تک کوئی یہ علم دین کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرکے نہیں سیکھے گا، کسی کی باقاعدہ شاگردی اختیار کرکے اس سلسلہ میں داخل نہیں ہوگا، اس وقت تک نہ یہ علم حاصل کیا جاسکتا ہے، نہ اس کی برکات وفیوضات سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ صرف مطالعہ کرنے اور تراجم پڑھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، جو ایسا کرتا ہے وہ ضلالت وگمراہی میں جاپڑتا ہے، اس علم سے فائدہ حاصل کرنے کے بجائے وہ نقصان اُٹھاتا ہے اور بغیر کسی استاذ کے حاصل کیا جانے والا علم بسااوقات الحاد وزندقہ کا سبب بنتا ہے۔

یہ ان مدارس کی برکت ہے کہ وہ اس طرح حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جوڑ قائم کرتے ہیں اور وہ علم عطا کرتے ہیں جو ہدایت ورہنمائی کا سبب بنتا ہے، جس سے دنیا اور آخرت دونوں سنورتی ہیں، ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے یہ دینی مدارس جو شاخیں ہیں دارالعلوم دیوبند کی، یہ اسلام کے قلعے ہیں، جو دین اسلام اور ایمان کی حفاظت کررہے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے قیام کا مقصد ہی یہ تھا کہ

باطل قوتوں کا مقابلہ کیا جائے اور لوگوں کے دین وایمان کی حفاظت کی جائے۔ اور میں یہ کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا: آج ہمیں جوکلمہ ’’لا إلٰہ إلا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ‘‘ پڑھنا نصیب ہوا ہے اور ہم مومن ہیں، یہ سب ان دینی مدارس کی برکت ہے۔ اگر یہ دینی مدارس نہ ہوتے تو نہ جانے ہمارا کیا حشر ہوتا۔ آج جہاں کہیں بھی اسلام کی کرن نظر آتی ہے وہ سب ان مدارسِ دینیہ کی رہینِ منت ہے، جیسا کہ حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا، میں بھی اس کی تائید کروں گا کہ کسی اللہ والے کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیجئے، ان سے بیعت ہوجایئے، آج کل یہ بہت ضروری ہے۔ ہمارے حضرت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: آج کل بیعت کرنا اور کسی اللہ والے کی صحبت میں بیٹھنا فرض عین ہے، کیونکہ سب سے بڑا فرض ایمان ہے، اس کی حفاظت اللہ والے کی صحبت اختیار کیے بغیر ممکن نہیں۔ یہ اصلاح کا بہت بڑا ذریعہ ہے، اس سے انسان اللہ تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ اللہ والے کی صحبت میں بیٹھ کر انسان بہت جلد وہ منازل طے کرلیتا ہے جو سوسال عبادت سے بھی طے نہیں کرسکتا، اسی لیے کہا گیا ہے: ’’کسی اللہ والے کی صحبت میں ایک ساعت بیٹھنا سوسالہ مقبول اور بغیر دکھاوے کی عبادت سے بہتر ہے۔‘‘ تو آپ بھی کسی اللہ والے کا (جسے آپ مناسب سمجھیں، جس کی طرف آپ کا رجحان ہو) انتخاب کرکے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیں۔

اور حضرت مفتی صاحب کی اس بات کی بھی تاکید کروں گا کہ اصلاح کا ایک بہترین ذریعہ ’’تبلیغی جماعت‘‘ بھی ہے، آج روئے زمین پر یہ سب سے بہتر جماعت ہے، اس سے بہت سے لوگوں کی اصلاح ہوئی ہے۔ یہ ہمارا، آپ کا سب کا مشاہدہ ہے، تو اس میں بھی آپ وقت لگایئے۔ ایک بات اور عرض کرتا چلوں کہ آج تک آپ اس مدرسہ کی چاردیواری تک محدود تھے، اب آپ عملی میدان میں قدم رکھیں گے، آپ کو طرح طرح کے فتنوں سے واسطہ پڑے گا، کہیں قادیانیت کا فتنہ ہے، کہیں روافض کا فتنہ، کہیں انکارِ حدیث کا فتنہ ہے اور بہت سے نئے نئے طرح طرح کے فتنے ہیں، میں آپ سے یہ کہوں گا کہ آپ عملی میدان میں قدم رکھنے سے پہلے ان فتنوں کے خلاف ہر طرح سے مسلح ہوں، ایسا نہ ہو کہ کسی ملحد سے آپ کا واسطہ پڑے اور آپ خالی ہاتھ ہوں، اپنے دائیں بائیں دیکھنے لگیں، اس سے پہلے ہی آپ ہر طرح سے مسلح ہوجائیں اروان فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔

بخاری شریف کا ختم ہوا ہے، بڑی مبارک مجلس ہے، اس موقع پر بھی اور اس کے علاوہ بھی آپ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں اپنے لیے، اپنے عزیز واقارب کے لیے، اپنے اساتذہ کے لیے اور خصوصاً حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور اس ادارے کے لیے، اس سے آپ کو بھی فائدہ ہوگا اور اس ادارے اور اپنے اساتذہ سے تعلق بھی برقرار رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر میدان میں کامیاب کرے، آپ کو دین کا سپاہی بنائے، اور آپ سے دین کی خدمت لے، اور ہر موقع پر آپ کی دستگیری فرمائے۔ آمین

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

مکاتیب علامہ محمد زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ

...بنام ...مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وترتیب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

(تیرہویں قسط)

مکتوب:......۲۱

بخدمت مولانا، جلیل القدر و منفرد استاذ، علامہ، محققِ یگانہ، اخی فی اللہ سید محمد یوسف بنوری حفظه الله
ورعاه ووفقه لكل ما يرضاه
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام! آپ کے والا نامے ''إعلاء السنن'' کی گیارہویں جلد اور ''البدور البازغة''،(۱) موصول ہوئیں، ان قیمتی تحائف پر شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی طویل عمر کے ذریعے علم کو فائدہ پہنچائے۔ ''إعلاء السنن'' میں مولانا تھانوی ہر طرح موفق ہیں، بیک وقت سنت اور مذہب (حنفی) کی عظیم خدمت کی بنا پر وہ اللہ سبحانہٗ کے ہاں بڑے اَجر کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی باسعادت عمر طویل فرمائے، اور اُنہیں قریبی مدت میں ہی کتاب کے باقی حصوں کی طباعت اور اس نوع کی بہت سی تالیفات کی توفیق ارزاں فرمائے۔

حج کے بعد مولانا میاں کے ساتھ آپ کی ملاقات اور جامعہ کے نئے دار الحکومت میں منتقلی کے عزم، اور وہاں قریبی فرصت میں چھاپہ خانے کی بنیاد ڈالنے کی نوید سے بہت مسرت ہوئی۔ اللہ سبحانہٗ اپنی خاص رحمت سے علمی بھلائی کے لیے کوشاں رہنے والوں کی تائید فرمائے اور انہیں ہر خیر کی توفیق عنایت فرمائے۔ حقیقت ہے کہ مولانا محمد میاں اور اُن کے نیکوکار برادران کی ان کے والد مرحوم نے تابناک انداز سے دینی تربیت کی ہے، اور آپ جیسے مردانِ یگانہ کے تعاون سے ان سے ہر خیر کی توقع ہے۔

آنجناب سے میری کہی باتیں، میرے دل میں پوشیدہ جذبات کا کچھ حصہ ہے۔ اللہ جانتا ہے

کہ آنجناب سے بے شمار علمی خدمات کا منتظر ہوں، تاکہ آپ صحیح معنوں میں اس دور میں احیائے علم کے علم بردار ہوں، اب تک آپ کی خدماتِ جلیلہ بہت عظیم ہیں، ہر خیر کی خاطر آپ کی توفیقِ مسلسل کے لیے ہماری جانب سے متواتر دعائیں جاری ہیں۔

آپ سے نیک دعاؤں کا امیدوار ہوں۔ اللہ سبحانہٗ سے دعا گو ہوں کہ خیر وعافیت اور سعادت کے ساتھ آپ کو طویل عمر عطا فرمائے، میرے عزیز تر بھائی!

آپ کا بھائی
محمد زاہد کوثری
جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ
شارع عباسیہ نمبر:۶۳

پس نوشت: احباب کو ہدیہ پیش کرنے کے لیے ''النکت'' کے نسخوں کی رغبت ہو تو ارسال کرنے لیے تیار ہوں۔

حواشی

۱:- ''البدور البازغة'' شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفِ لطیف ہے، جو علم کلام، مقاصدِ شریعت وسیاستِ اسلامیہ اور علمِ اخلاق کی جامع ہے۔ ۱۳۵۴ھ میں ہندوستان میں طبع ہوئی۔ کتاب' مقدمہ اور تین مقالات پر مشتمل ہے، مقدمہ میں حکمت، وجودِ باری تعالیٰ، وحدانیت، اور باری تعالیٰ کے مبدء اول ہونے کے متعلق مباحث ہیں۔ پہلا مقالہ اسلام کی خصوصیات، اخلاق، امامت وخلافت اور قضاء سے بحث کرتا ہے۔ دوسرے مقالے میں انسانوں کے حق سے قرب اور باطل سے بعد کی راہیں، قضیۂ خیر وشر، اسماء واحکام کے بعض مسائل اور آخرت، قبر وبرزخ کے بعض احکام ہیں۔ تیسرے مقالے میں ملل وشرائع کے حقائق وامتیازات، دینِ اسلام کی خصوصیات اور مقاصدِ تشریع کی تشریح ہے۔

دیکھیے: ڈاکٹر محمد صغیر معصومی کا مقالہ ''الشاہ ولی اللّٰہ المحدث الدھلوی وکتابہ:البدور البازغة''، مندرجہ ''مجلة الدراسات الإسلامية'' (شمارہ: ستمبر ۱۹۶۷ء، ص:۱۴-۳۴)

ڈاکٹر معصومی نے اس مقالے میں ''حسن التقاضی'' میں علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ کے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض افکار وخیالات کے حوالے سے کیے گئے نقد کا بھی تنقیدی جائزہ لیا ہے۔

مکتوب:......۲۲

جناب مولانا، صاحبِ فضیلت، باکمال عالم ومحقق، سید محمد یوسف بنوری حفظہٗ اللہ
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام، آپ کا قیمتی ہدیہ موصول ہوا، اس عنایت پر آپ کا شکر گزار ہوں، اگرچہ ان دنوں ڈاک کی (دگرگوں) حالت کی بنا پر پہنچنے میں دو ماہ تاخیر ہوئی۔ ہدیہ کی وصولی کے دو روز بعد مولانا محمد

موسیٰ میاں تشریف لائے اور ہفتے کے دن مجھ سے میرے گھر پر ملاقات کی، ایک گھنٹہ ان کی ملاقات کا شرف حاصل رہا، وہ اپنے تجارتی سلسلے میں پا بہ رکاب تھے، میں نے انہیں نہایت سچا اور مخلص انسان پایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے توقع ہے کہ آنجناب کے تعاون سے اُنہیں علم کی جلیل القدر خدمات کی توفیق ملے گی، اور اس زمانے میں اس خدمت کی خاطر اللہ جل شانہٗ نے آپ کو منتخب کرلیا ہے۔ آنے والی نسل آپ کی خدمات کے نتائج دیکھے گی، جو آپ کے صبر واستقلال کی بنا پر اللہ ورسول کے ہاں پسندیدہ ہوں گی۔ ہماری جانب سے حسبِ قوت واستطاعت دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ مکہ میں چھاپہ خانے کی بنیاد ڈالنا ماہر کمپوزروں کے حصول میں کامیابی کے حوالے سے مفید ثابت ہوگا، اور کچھ عرصہ کام کی تاخیر بھی شاید وقتی ضرورت کی بنا پر ہو، اللہ سبحانہٗ ہی ہر مشکل کو آسان کرنے والے ہیں۔

آپ کے والا نامے کے جواب میں تاخیر جن اعذار کی بنا پر ہوئی، ان کے ذکر کا کوئی باعث نہیں، اس حوالے سے مجھے معذور جانیے۔ مجلسِ علمی (کی کتب) کا مجموعہ جن میں ''**التصریح بتواتر ماورد فی نزول المسیح**''[(۱)] بھی ہے، دوروز قبل دوبارہ ڈاک سے بھیجا ہے، شاید آپ تک پہنچنے میں تاخیر ہو، اس کے ساتھ بعض رسائل بھی ہیں۔

امید ہے مولانا عثمانی بخیریت ہوں گے، معلوم نہیں آپ کی ان سے ملاقات ہوئی ہے یا نہیں؟! اور انہوں نے آپ کے سامنے ان کو بھیجے گئے بعض رسائل کا ذکر کیا ہے یا نہیں؟! توقع ہے کہ مولانا مفتی مہدی حسن کی صحت کے بارے میں آگاہ کریں گے، اور قابلِ فخر (علمی) تراث کی اشاعت میں بے حد باہمت مولانا ابوالوفاء کے متعلق بھی۔ اللہ سبحانہٗ زمانے کے حوادث سے آپ سب کو محفوظ رکھے، اور اللہ ورسول اور اُمتِ (مسلمہ) کی رضا کے مطابق دین وعلم کی خدمت کی توفیق بخشے۔

اپنے والدِ بزرگوار کو خط لکھتے ہوئے میری جانب سے بھی ان کی دست بوسی اور مخلصانہ سلام پہنچایئے اور اُن کی بابرکت دعاؤں کا امیدوار ہونا بتایئے۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مخلص

محمد زاہد کوثری

۲۰/ذوالقعدہ ۱۳۶۷ھ، شارع عباسیہ نمبر: ۶۳

حواشی

۱:- مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی اس کتاب کا نام خط میں یونہی درج ہے، درست نام ''**التصریح بماتواتر فی نزول المسیح**'' ہے۔

(جاری ہے)

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
نگران شعبہ تخصصِ فقہِ اسلامی، واستاذ جامعہ

مروجہ اسلامی بینک اور تکافل

رویوں کا سوال - اختلاف کی نوعیت!

رِبا اور قمار کی حرمت قطعی ہے۔ کوئی بھی مسلمان اس حرمت کا انکار نہیں کرسکتا۔ کوئی بھی مسلمان رِبا اور قمار کو رِبا اور قمار قرار دیتے ہوئے اختیار کرے، یہ بھی مشکل ہے۔ بلکہ رِبا اور قمار کے ذریعہ نفع اندوزی چونکہ انسانی فطرت کے منافی بھی ہے، اس لیے کفار اور مشرکین بھی اسے براہِ راست جائز کہہ کر نفع اندوز ہونے کی بجائے توجیہ اور تاویل کا سہارا لیا کرتے تھے۔ رِبا سے متعلق مشرکین مکہ کے ردِعمل کا بیان یوں ملتا ہے کہ انہوں نے اپنے رِبوی معاملات کی درستگی اور صحت کا براہِ راست دعویٰ نہیں کیا تھا، بلکہ رِبوی معاملات کے تحفظ کے لیے بیع کے ساتھ نفع اندوزی میں مماثلت کی تاویل کا سہارا لیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے رِبوی معاملات سے اجتناب کے حکم کو مزید سخت لہجے اور تہدیدی انداز میں بیان فرمایا کہ: جو رِبوی معاملات کر چکے ہو، بس اب ہر حال میں رِبا سے اجتناب کرو، ورنہ رِبوی معاملات کے ابتلاء و تلوُّث کو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف اعلانِ جنگ سمجھا جائے گا۔ رِبوی معاملات سے باز نہ آنے کی صورت میں کھلم کھلا اعلانِ جنگ کرکے اللہ کے مقابلے میں آجاؤ۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آیت رِبا آخر آخر میں نازل ہونے والی آیت ہے، اس کی پوری تفصیل اور کامل تفسیر بیان فرمانے سے قبل ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیائے فانی سے پردہ فرما گئے تھے، اس لیے مسلمانو! رِبا اور شبہۂ رِبا دونوں سے اجتناب کرو۔ رِبا کا معاملہ دیگر شرعی احکام کے مقابلے میں چونکہ زیادہ سنگین ہے، اس لیے رِبا کی حرمت وشناعت بیان کرتے ہوئے اسلامی احکام، شرعی دفعات اور دینی روایات کا لب ولہجہ، اسلوبِ بیان اور اندازِ اظہار دیگر امورِ تبلیغ کی بنسبت انتہائی سخت اختیار فرمایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا غضب ناک اعلان "فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" کی صورت میں قرآن نے بیان کیا گیا ہے۔ اقوامِ سابقہ کے استحقاقِ لعنت کے بنیادی اسباب میں اکل رِبا اور اخذِ رِبا کو شمار کیا گیا ہے، اور لسانِ نبوت سے رِبا کی قباحت وشناعت کو سمجھانے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعبیرات اور

اسلوبِ بیان کا اندازہ لگانے کے لیے حضرت عبداللہ بن حنظلہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی دو روایتوں میں موجود درج ذیل الفاظ ہی کافی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

’’درهم رِباً يأكله الرجل وهو يعلم ، أشد من ستة وثلاثين زنية . ‘‘

(مسند احمد، ج:۳۶، ص:۲۸۸، ط:مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

’’جان بوجھ کر سود کا ایک درہم کھانا چھتیس مرتبہ زنا کاری سے زیادہ سخت ہے۔‘‘

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: لاعلمی صرف اس شخص کے حق میں عذر ہوسکتی ہے جس کو حصولِ علم کے مواقع نہ ملے ہوں۔ اگر کسی کو ایسے مواقع میسر آئے تھے اور اس نے ان مواقع سے استفادہ نہیں کیا تو وہ بھی جان بوجھ کے رِبا کھانے والوں میں شمار ہوگا، یعنی وہ بھی مذکورہ وعید کا مصداق ہوگا۔ (مرقاۃ المفاتیح، ج:۶، ص:۶۷، ط:امدادیہ ملتان) غور کا مقام یہ ہے کہ رِبا کے معاملے میں لاعلمی کا عذر قبول کرنے نہ کرنے میں جہاں تفصیل ہے، وہاں رِبا سے متعلق علمی تاویلات کا مقام آخر کیا ہوگا؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلوبِ بیان، لب ولہجہ اور اندازِ تشنیع اس سے بھی زیادہ سخت ہے، ارشاد ہے:

’’الربا سبعون حوباً أيسرها أن ينكح الرجلُ أمهٗ . ‘‘

(سنن ابن ماجہ، باب التغلیظ فی الربا، ج:۲، ص:۷۶۴، ط: دار الفکر، بیروت)

’’رِبا ستر گناہوں کے برابر ہے، ان میں سب سے آسان وادنیٰ گناہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے بدکاری کرے۔‘‘

یعنی ماں سے بدکاری کی قباحت وشناعت جہاں ختم ہوتی ہے، وہاں سے رِبا کی قباحت وشناعت شروع ہوتی ہے۔ اس سے اوپر ستر درجے تک رِبا کی قباحت وشناعت کا اندازہ لگاتے جائیں اور بحیثیت مسلمان رِبوی معاملات سے اجتناب کی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان سخت بیان نصوص سے مرادِ شریعت یہی اجتناب ہے، اسے کوئی مسلمان شتام ودشنام سے تعبیر نہیں کرسکتا۔

ماضی قریب تک اکابرِ اُمت نے انفرادی واجتماعی سودخوری پر اپنے ردِعمل میں اسی اندازِ تشنیع کو اپنائے رکھا، خواہ سودخوری کا عمل بلاتاویل اپنایا گیا ہو، یا تاویل کرکے سود کو استعمال کرنے، باقی رکھنے اور رواج دینے کی کوشش کی گئی ہو۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ماضی میں سود کی ادارتی شکل (بینک) کے منافع کو مختلف دلائل اور رنگا رنگ تاویلات کے ذریعہ حلال باور کرانے کی جب کوشش فرمائی گئی تو اس پر اکابر نے کسی بھی قسم کی عملی اور لفظی نرمی کو ’’مداہنت‘‘ قرار دیا تھا اور قرآن وسنت میں بیان کردہ وعیدات، ترہیبات کو اپنے زورِ قلم اور قوتِ بیان سے بھرپور انداز سے پیش فرمایا تھا۔ اس کی سب سے عمدہ مثال حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع دیوبندی نور اللہ مرقدہٗ کا رسالہ ’’مسئلہ سود‘‘ مقبولِ عام وخاص ہے۔ اس رسالے میں تاویل کے ساتھ یا بلاتاویل سود کو جائز سمجھنے والے، رواج دینے والے اور اس کی حرمت کو شعوری یا لاشعوری طور پر تشکیک کی نذر کرنے والوں کے بارے میں حضرت مفتی

اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی چند تعبیرات، عبارات اور ارشادات - ریشم میں ٹاٹ کی پیوندکاری کے ساتھ - ملاحظہ فرمائیں، جسے بابِ رِبا میں نبوی لب ولہجہ کی اُردو تعبیر بھی قرار دیا جاسکتا ہے:

ارشاد:

''یہودِ مدینہ میں اس کا عام رواج تھا اوران میں صرف شخصی اورصرفی ضرورتوں کے لیے ہی نہیں، بلکہ تجارتی مقاصد کے لیے بھی سود کا لین دین جاری تھا۔ ہاں! نئی بات جو آخری دو صدی کے اندر پیدا ہوئی' وہ یہ ہے کہ جب سے یورپ کے بنیئے دنیا میں برسرِاقتدار آئے تو انہوں نے **مہاجنوں اور یہودیوں کے سودی کاروبار کونئی نئی شکلیں اور نئے نام دیئے** اوراس کوایسا عام کردیا کہ آج اس کومعاشیات واقتصادیات اورتجارت کے لیے ریڑھ کی ہڈی سمجھا جانے لگا اور سطحی نظر والوں کو یہ محسوس ہونے لگا کہ آج کوئی تجارت یا صنعت یااورکوئی معاشی نظام بغیر سود کے چل ہی نہیں سکتا۔'' (مسئلہ سود، ص:۹، ادارۃ المعارف، ازمفتی محمد شفیع عثمانی، کراچی)

ارشاد:

''یہ ابتدائی مجبوری ایک انتہائی غفلت تک پہنچ گئی کہ **اب معاملات میں حلال وحرام کا تذکرہ بے وقوفی یا آج کل کے جدت پسندوں کی اصطلاح میں نری مُلاَّئیت کہلاتا ہے۔**''

(مسئلہ سود، ص:۱۰، ادارۃ المعارف، ازمفتی محمد شفیع عثمانی، کراچی)

''رِبا (سود) کی شرعی تعریف اوراس کے اقسام کے متعلق قرآن وحدیث کے احکام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، تاکہ **کم ازکم علمی اورفکری غلطی سے تو نجات حاصل ہوسکے۔**'' (مسئلہ سود، ص:۱۱، ادارۃ المعارف، ازمفتی محمد شفیع عثمانی، کراچی)

ارشاد:

''پھرکسی کو یہ حق کیسے پہنچتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حکم میں سے کسی چیز کومحض اپنے خیال سے مستثنیٰ کردے؟ یا عام ارشاد کو خاص کردے؟ یا مطلق کو بلاکسی دلیل شرعی کے مقید ومحدود کردے؟ **یہ توکھلی تحریفِ قرآن ہے،** اگر خدانخواستہ اس کا دروازہ کھلے تو پھرشراب کوبھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ شراب حرام تھی جوخراب قسم کے برتنوں میں سڑا کر بنائی جاتی تھی، اب تو صفائی ستھرائی کا اہتمام ہے، مشینوں سے سب کام ہوتے ہیں، یہ شراب اس حکم میں داخل ہی نہیں۔ قمار کی بھی جو صورت عرب میں رائج تھی، جس کو قرآن کریم نے ''مَیْسِر''اور''أَزْلَام'' کے نام سے حرام قرار دیا ہے، آج وہ قمار موجود ہی نہیں، آج تو لاٹری کے ذریعے بڑے بڑے کاروبار اس پر چلتے ہیں، معمہ بازی کا کاروبار بڑے اخباروں، رسالوں کی روح بنا ہوا ہے، تو کہا جائے گا کہ یہ اس قمار حرام میں داخل ہی نہیں

اور پھر تو زنا، فواحش، چوری، ڈاکا سبھی کی صورتیں پچھلی صورتوں سے بدلی ہوئی ملیں گی، سبھی کو جائز کہنا پڑے گا۔ **اگر یہی مسلمانی ہے تو اسلام کا تو خاتمہ ہو جائے گا اور جب محض چولہ بدلنے سے کسی شخص کی حقیقت نہیں بدلتی تو جو شراب نشہ لانے والی ہے، وہ کسی پیرایہ اور کسی صورت میں ہو، بہر حال حرام ہے۔ جوا اور قمار مروَّجہ معمول کی نظر فریب شکل میں یا لاٹری کی دوسری صورتوں میں بہر حال حرام ہے۔** فحش وعریانی اور بدکاری قدیم طرز کے چکلوں میں ہو یا جدید طرز کے کلبوں، ہوٹلوں، سینماؤں وغیرہ میں ہو، بہر حال حرام ہے۔ **اسی طرح سود و ربا یعنی قرض پر نفع لینا خواہ قدیم طرز کا مہاجنی سود ہو یا نئی قسم کا تجارتی اور بینکوں کا، بہر حال حرام ہے۔**'' (مسئلہ سود، ص: ۲۸، ۲۹، ادارۃ المعارف، از مفتی محمد شفیع عثمانی، کراچی)

ارشاد:

''رہا یہ قضیہ کہ بینکوں کے سودی کاروبار سے غریب عوام کا نفع ہے کہ انہیں کچھ تو مل جاتا ہے، **یہی وہ فریب ہے جس کی وجہ سے انگریز کی سرپرستی میں اس منحوس کاروبار نے ایک خوبصورت شکل اختیار کر لی ہے کہ سود کے چند ٹکوں کے لالچ میں غریب یا کم سرمایہ داروں نے اپنی اپنی پونجی سب بینکوں کے حوالے کر دی، اس طرح پوری ملت کا سرمایہ سمٹ کر بینکوں میں آیا۔**'' (مسئلہ سود، ص: ۳۷، ادارۃ المعارف، از مفتی محمد شفیع عثمانی، کراچی)

ارشاد:

''**لیکن اگر سود کے اس ملعون چکر پر کوئی سمجھ دار آدمی نظر ڈالے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے یہ بینک ''بلڈ بینک'' بنے ہوئے ہیں، جن میں ساری ملت کا خون جمع ہوتا ہے اور وہ چند سرمایہ داروں کی رگوں میں بھرا جاتا ہے، پوری ملت غربت وافلاس کا شکار ہو جاتی ہے اور چند مخصوص سرمایہ دار پوری ملت کے خزائن پر قابض ہوتے جاتے ہیں۔** جب ایک تاجر دس ہزار کا مالک ہوتے ہوئے دس لاکھ کا بیوپار کرتا ہے تو غور کیجیے کہ اگر اس کو نفع پہنچا تو بجز سود کے چند ٹکوں کے وہ سارا نفع اس کو ملا اور اگر یہ ڈوب گیا اور تجارت میں گھاٹا ہو گیا تو اس کے تو صرف دس ہزار گئے، باقی نو لاکھ نوے ہزار تو پوری قوم کے گئے، جس کی کوئی تلافی نہیں۔ **اور مزید چالاکی دیکھئے کہ ان ڈوبنے والے سرمایہ داروں نے تو اپنے لیے ڈوبنے کے بعد بھی خسارہ سے نکل جانے کے چور دروازے بنا رکھے ہیں۔**'' (مسئلہ سود، ص: ۳۸، ادارۃ المعارف، از مفتی محمد شفیع عثمانی، کراچی)

تبصرہ:

مثلاً کمپنی کا لمیٹڈ (محدود ذمہ داری کا) تصور اور انشورنس بنام انشورنس یا بنام تکافل وغیرہ سرمایہ داروں کو خسارہ کی مسؤولیت سے نکلنے کے محفوظ راستے اور ممکنہ نقصانات کی تلافی کے لیے تدابیر کا

درجہ رکھتے ہیں۔ (راقم)

ارشاد:

بہرحال ان لوگوں نے اپنے ایک جرم اس طرح کے بہانے نکال کر دو جرم بنالیے: ایک قانونِ حق کی خلاف ورزی، دوسرے اس قانون ہی کو غلط بتلانا۔ اس جگہ تقاضائے مقام یہ تھا کہ یہ لوگ یوں کہتے: ''إنما الربا مثل البیع ''یعنی سود مثل بیع وشراء کے ہے، مگر ان لوگوں نے ترتیب کو برعکس کرکے ''إنما البیع مثل الربا '' کہا، **جس میں ایک قسم کا استہزاء ہے کہ اگر سود کو حرام کہا جائے تو بیع کو بھی حرام کہنا پڑے گا۔** '' (مسئلہ سود، ص: ۴۴-۴۵، ادارۃ المعارف، از مفتی محمد شفیع عثمانی، کراچی)

تبصرہ:

جیسے ہمارے اہل علم روایتی بینکوں کے سودی قرضے کی ملمع سازی کو جب سود کہتے ہیں تو مجوزین حضرات جواباً فقہی مرابحہ کو ڈھال بنالیتے ہیں۔ اور تاویلاتی مرابحہ پر رد کرنے والوں کو مرابحہ فقہیہ کا منکر ٹھہرا کر استہزاء بھی کیا جاتا ہے۔ (راقم)

ارشاد:

''آیت مذکورہ کے تیسرے جملہ (أحل اللّٰہ البیع وحرم الربوا) میں اہل جاہلیت کے اس قول کی تردید کی گئی ہے کہ بیع اور رِبا دونوں یکساں چیزیں ہیں، ان کا مطلب یہ تھا کہ رِبا بھی ایک قسم کی تجارت ہے، جیسا کہ **آج کل جاہلیتِ اُخریٰ والے** بھی عموماً یہی کہتے ہیں کہ: ''جیسے مکان، دکان اور سامان کو کرایہ پر دے کر اس کا نفع لیا جاسکتا ہے تو سونے چاندی کو کرایہ پر دے کر اس کا نفع لینا کیوں جائز نہ ہو؟ یہ بھی ایک قسم کا کرایہ یا تجارت ہے۔'' **اور یہ ایسا ہی ''پاکیزہ'' قیاس ہے جیسے کوئی زنا کو یہ کہہ کر جائز قرار دے کہ یہ بھی ایک قسم کی مزدوری ہے، آدمی اپنے ہاتھ پاؤں وغیرہ کی محنت کرکے مزدوری لیتا ہے اور وہ جائز ہے تو ایک عورت اپنے جسم کی مزدوری لے لے تو یہ کیوں جرم ہے؟** اس بیہودہ قیاس کا جواب علم وحکمت سے دینا علم وحکمت کی توہین ہے، اس لیے قرآن کریم نے اس کا جواب حاکمانہ انداز میں بیان فرمایا کہ ان دونوں چیزوں کو ایک سمجھنا غلط ہے، اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور رِبا کو حرام قرار دیا ہے۔'' (مسئلہ سود، ص: ۴۵، ادارۃ المعارف، از مفتی محمد شفیع عثمانی، کراچی)

ارشاد:

''اور تجربہ شاہد ہے کہ **سود کا مال سودخور کی آنے والی نسلوں کی زندگی بھی خوشگوار نہیں بننے دیتا، یا ضائع ہوجاتا ہے یا اس کی نحوست سے وہ بھی مال ودولت کے حقیقی ثمرات سے محروم وذلیل رہتے ہیں۔** '' (مسئلہ سود، ص: ۵۶، ادارۃ المعارف، از مفتی محمد شفیع عثمانی، کراچی)

ارشاد:

''اور بعض علمائے تفسیر نے اس آیت (لیربوا فی أموال الناس.... الآیة) کو سود و بیاج کی ممانعت پر محمول نہیں فرمایا، بلکہ اس کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ جو شخص کسی کو اپنا مال اِخلاص اور نیک نیتی سے نہیں، بلکہ اس نیت سے دے کہ میں اس کو یہ چیز دوں گا تو وہ مجھے اس کے بدلے میں اس سے زیادہ دے گا، جیسے بہت سی برادریوں میں ''نیوتہ'' کی رسم ہے کہ وہ ہدیہ کے طور پر نہیں بلکہ بدلہ لینے کی غرض سے دی جاتی ہے۔ یہ دینا چونکہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے نہیں، **اپنی فاسد غرض کے لیے ہے**، اس لیے آپ نے فرمایا کہ: اس طرح اگرچہ ظاہر میں مال بڑھ جائے مگر وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا، ہاں! جو زکوٰۃ، صدقات اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دیئے جائیں' ان میں اگرچہ بظاہر مال گھٹتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ دوگنا چوگنا ہوجاتا ہے۔'' (مسئلہ سود، ص: ۶۴-۶۵، ادارۃ المعارف، از مفتی محمد شفیع عثمانی، کراچی)

تبصرہ:

مروجہ تکافل میں جو رقم اس غرض سے وقف کی جاتی ہے کہ اس کے بدلے میں تکافل کمپنی مجھے اس سے زیادہ دے گی، اسے ''غرضِ فاسد'' سے پاک' تکافل اگر قرار دیا جاسکتا ہے تو پھر ''نیوتہ'' کے نام سے دیئے جانے والے ''ہدیہ'' کو حضرت مفتی صاحب کے ہاں غرضِ فاسد کہنا اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی سے خالی قرار دینا غلط ہوگا، مگر ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نیوتہ ''ہدیہ'' نہیں، ''بدلے'' کا معاملہ ہے، اور مروجہ تکافل کی ''وقف'' رقم' انشورنس کی طرح معاوضاتی معاملہ ہے، تو وہ سچ کہتے ہیں۔ (راقم)

ارشاد:

''**شکل وصورت کے بدلنے سے احکام میں کوئی فرق نہیں آتا**، قرآن نے ''الخمر'' (شراب) کو حرام قرار دیا ہے، زمانۂ نبوت میں وہ جس شکل وصورت کے ساتھ معروف تھی اور اس کے بنانے کے جو طریقے رائج تھے' وہ سب بدل گئے، مگر چونکہ حقیقت نہیں بدلی، اس لیے حکم بھی نہیں بدلا، وہ بدستور حرام رہی۔ ''الفحشاء'' (بدکاری) کی صورتیں اس زمانے میں کچھ اور تھیں، آج کچھ اور ہیں، زمین وآسمان کا تفاوت ہے، مگر بدکاری، بدکاری ہی ہے اور قرآن کے وہی احکام اس پر نافذ ہیں۔ سود اور قمار کا بھی یہی حال ہے، اس زمانے میں اس کی جو شکل وصورت معروف تھی، آج اس سے بہت مختلف صورتیں رائج ہیں، مگر جس طرح مشینوں اور سائنٹفک طریقوں سے کشید کی ہوئی شراب، شراب ہے اور سینماؤں اور کلبوں کے ذریعے پیدا کی ہوئی آشنائیاں اور ان کے نتیجے میں بدکاریاں، بدکاریاں ہی ہیں تو اگر سود اور قمار کو نئی شکل دے کر بینکنگ یا لاٹری کا نام دے دیا جائے تو اس سے اس

کے احکام کیوں بدلیں؟ یہ تو ایسا ہی ہوگیا جیسے: کسی ہندوستانی ماہر موسیقی نے عرب کے بدوؤں کا گانا سن کر کہا تھا کہ قربان جایئے اپنے نبی کے! انہوں نے ان لوگوں کا گانا سنا، اس لیے حرام قرار دے دیا، یہ بے شک حرام ہی ہونا چاہیے، اگر ہمارا گانا سنتے تو کبھی حرام نہ کہتے۔'' (تجارتی سود عقل وشرع کی روشنی میں، ص: ۱۰۴، ادارۃ المعارف، از مفتی محمد تقی عثمانی، کراچی)

تبصرہ:

اس تحریر کے مندرجات کی روشنی میں یہ کہنا بجا معلوم ہوتا ہے کہ بینکنگ کے روایتی سود کو اس کے روایتی طریقہ کار کے تحت سودی مارکیٹ کی شرح سود کے ساتھ قسط واری سلسلے کے تحت رائج الوقت سودی قرضے کے انداز پر مرابحہ مؤجلہ قرار دینے سے بینک کا سود حلال نہیں ہوسکتا۔ نیز لیزنگ کی روایتی شکل کو اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ اجارہ منتہیہ بالتملیک کا نام دینے سے ''لیزنگ'' اجارہ نہیں بن جاتی۔ نیز انشورنس کو تکافل کہنے سے انشورنس میں پاکیزگی نہیں آتی، کیوں کہ ''نام'' بدلنے سے احکام میں تبدیلی نہیں آتی۔ (راقم)

ارشاد:

''پھر بینکنگ کچھ اتنے بڑے پیمانے پر ہونے لگی ہے کہ ہر ایک بینک میں سینکڑوں کی تعداد میں لوگ نوکری کرتے ہیں، اس طرح کسی نہ کسی درجے میں سود کی نجاست میں ملوّث ہوجاتے ہیں اور جو لوگ براہِ راست ملوّث نہیں ہوتے تو وہ مال جو بذریعہ سود حاصل کیا جاتا ہے، جب اس کی گردش ملک میں ہوتی ہے تو بالواسطہ ہی سہی، مگر سود کے پیسے سے ہر شخص ملوث ہوجاتا ہے، جس کو حدیث میں ''سود کا غبار'' کہا گیا ہے اور جس سے بچنے کا دعویٰ کوئی بڑے سے بڑا متقی بھی نہیں کرسکتا۔'' (تجارتی سود عقل وشرع کی روشنی میں، ص: ۱۱۰، ادارۃ المعارف، از مفتی محمد تقی عثمانی، کراچی)

تبصرہ:

یہ ارشادِ گرامی لمحۂ فکریہ ہے ان احباب کے لیے جو مروجہ بینکوں اور کفالتی اداروں کو اسلامی معیشت کا فروغ قرار دیتے ہیں اور یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ ہم نے کثیر تعداد لوگوں کو کم از کم ''اعظم سود'' سے ''اہون سود'' کا پلیٹ فارم مہیا کیا ہے۔ یہ احباب اگر غور فرمائیں تو یہاں غور کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ زیرِ بحث بینکوں اور کفالتی اداروں کے معاملات کو ایک طبقے کی طرف سے جب ربا وقمار قرار دیا جارہا ہے، تو اس رائے کی رو سے ان بینکوں کا حصہ بننے والے ان لوگوں کا کیا بنے گا جو کل تک بینک کے سائے سے بھی بھاگتے تھے اور بڑے متقی تھے، کیا ان بینکوں کا حصہ بننے کے بعد ان کا اتقاء سودی غبار سے غبار آلود کہلائے گا یا نہیں؟۔ (راقم)

ارشاد:

''مگر ہمیں افسوس ہے کہ ان حضرات نے بہت تلاش وجستجو کے بعد ایک لمبی چوڑی شکل نکالی، مگر اس میں مضاربت کے طریقے کو چھوڑنے کی کوئی وجہ نہیں، اس لیے کہ کوئی بے وقوف

سے بے وقوف انسان بھی ایسی حماقت نہیں کرسکتا کہ صرف فریب میں آجانے کے موہوم خطرے سے اپنے زیادہ نفع کو چھوڑ دے اور کم پر راضی ہوجائے، ظاہر ہے کہ اگر بالفرض اس کا شریک دھوکا دے کر اس حصے میں سے مال کم بھی کرلے تو اس کے لیے سود کی قلیل شرح لینا اور حصہ کم لینا دونوں برابر ہیں، پھر اسے خواہ مخواہ ہاتھ گھما کر ناک پکڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر اسے اپنے شریک کی دریافت کے بارے میں اس قدر بدگمانی ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ دھوکا دے کر تجارت میں نقصان ظاہر کرے گا، حالانکہ درحقیقت اس میں نفع ہوگا تو پھر ایسے شخص کے ساتھ معاملہ کرکے اس کی ہمت افزائی کرنے کا اسے کس ڈاکٹر نے مشورہ دیا ہے؟۔‘‘ (تجارتی سود عقل وشرع کی روشنی میں، ص:۱۱۹، ادارۃ المعارف، ازمفتی محمد تقی عثمانی، کراچی)

تبصرہ:

اکابر کے نظریئے کے مطابق روایتی بینکنگ کا حقیقی متبادل شرکت ومضاربت کے اصولوں پر تجارت ہے۔ مروجہ بینک شرکت ومضاربت سے بھاگ کر روایتی سود کو مرابحہ اور روایتی لیزنگ کو اجارہ کے نام سے اختیار کرتے ہوئے تُجار کی دھوکہ دہی اور مضاربت کے لیے امانت داری کے فقدان پر جو استدلال کرتے ہیں حضرت کی اس عبارت میں اس کا دفعیہ موجود ہے۔ مرابحہ اور اجارہ کے نام سے اسلامی بینکاری کرنے والے اس عبارت کو دو دفعہ ضرور پڑھیں۔ (راقم)

ارشاد:

’’اسلام کا انصاف پسند مزاج اسے **اس عیاری اور خودغرضی** کی ہرگز اجازت نہیں دے گا، اس تشریح سے **حامیانِ سود** کا ایک وہ استدلال بھی ختم ہوجاتا ہے، جس میں انہوں نے تجارتی سود کو مضاربت کے مشابہ قرار دے کر جائز کہا ہے۔‘‘

(تجارتی سود عقل وشرع کی روشنی میں، ص:۱۱۹-۱۲۰، ادارۃ المعارف، ازمفتی محمد تقی عثمانی، کراچی)

تبصرہ:

اس ارشاد کے مطابق اہل علم کی رائے میں جو لوگ اپنے رنگارنگ دلائل کی بنیاد پر روایتی سود کو نئے ناموں سے رواج دینے کے ذمہ دار ٹھہرتے ہوں، ایک طرح روایتی سود کے طرف دار اور دفاعی وسپاہی ثابت ہورہے ہوں تو انہیں ’’حامیانِ سود‘‘ یا سودی اداروں کے ’’پشتیبان‘‘ کہنے میں بظاہر کوئی حرج نہیں۔ (راقم)

ارشاد:

’’کیا آج تک کسی عقل مند نے فریقین کی رضامندی کو ایک حرام چیز کے حلال ہونے کے لیے سبب قرار دیا ہے؟ کیا فریقین رضامند ہوں تو زنا کو جائز کہا جاسکتا ہے؟۔‘‘

(تجارتی سود عقل وشرع کی روشنی میں، ص:۱۲۱، ادارۃ المعارف، ازمفتی محمد تقی عثمانی، کراچی)

ارشاد:

''یہ نقل کرنے کے بعد صاحبِ عنایہ نے لکھا ہے: ''حضرت ابن عمرؓ نے یہ اس لیے فرمایا کہ: سود کی حرمت صرف اس وجہ سے ہے کہ اس میں صرف مدت سے مال کے تبادلے کا شبہ ہے، تو جہاں یہ بات شبہ کی حدود سے آگے بڑھ کر حقیقت بن گئی ہو، وہاں تو حرمت میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟۔'' (تجارتی سود عقل وشرع کی روشنی میں، ص:۱۲۹-۱۳۰، ادارۃ المعارف، از مفتی محمد تقی عثمانی، کراچی)

تبصرہ:

علماء دین کی ایک بڑی تعداد اور ماہرینِ بینک کاری کی ایک جماعت مروجہ اسلامی بینکوں اور تکافلی اداروں کے معاملات کو بڑے شد ومد سے سود اور قمار قرار دے رہی ہے، کیا ان کی رائے کے نتیجے میں ان اداروں کے معاملات کو مشتبہ قرار دینے کی گنجائش بھی نہیں؟! اگر ہے تو پھر ان سے اجتناب کا حکم دینا تو کم از کم شرعی مقتضا ہے، اس سے مجوزین کو بھی اختلاف نہیں ہونا چاہیے۔ (راقم)

ارشاد:

''ہمارے زیرِ بحث مسئلے میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اگر اُدھار کی وجہ سے سامان کی قیمت میں زیادتی کو جائز تسلیم کیا جائے تو اس کی نوعیت وہی ہے کہ ضمنی طور پر مدت کی رعایت سے سامان کی قیمت بڑھ گئی اور براہِ راست صرف مدّت کا معاوضہ لیا جائے تو وہ ربا میں داخل ہوکر ناجائز ہوگا، چنانچہ جہاں صاحبِ ہدایہ نے مدّت کی وجہ سے قیمت میں زیادتی کو جائز کہا ہے، وہاں پہلی صورت مراد ہے اور انہوں نے مذکورہ صورت کو اس لیے جائز قرار دیا ہے کہ وہاں مدت پر جو قیمت لی جارہی ہے وہ اصلاً اور براہِ راست نہیں، بلکہ ضمناً ہے۔'' (تجارتی سود عقل وشرع کی روشنی میں، ص:۱۳۱، ادارۃ المعارف، از مفتی محمد تقی عثمانی، کراچی)

''**حامیانِ تجارتی سود کی اکثر دلیلوں میں دراصل یہی ذہنیت کارفرما نظر آتی ہے۔**''

(تجارتی سود عقل وشرع کی روشنی میں، ص:۱۳۳، ادارۃ المعارف، از مفتی محمد تقی عثمانی، کراچی)

تبصرہ:

ان عبارتوں میں ان اہلِ علم کے لیے دعوتِ فکر ہے جو نقد اور اُدھار کی قیمتوں میں فرق کی بنیاد پر معاملات کے جواز اور عدمِ جواز کی بحث میں اپنے مخالفین کا قبرستان تک پیچھا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور معاصرین کا موقف ان کی زبانی سننے کے لیے نہ صرف تیار نہیں، بلکہ دوسروں کا الزام بھی معاصرین کو دیا جارہا ہے۔ نیز یہ بھی غور فرمائیں کہ آپ کی رائے میں جو معاملہ ''سود'' قرار پائے اس معاملہ کے دفاع کاروں کو ''حامیانِ سود'' کہنا اور ان کی ذہنیت کو موردِ الزام ٹھہرانا دینی حمیت ہی شمار ہوگا۔ (راقم)

ارشاد:

’’نئی مغربی تہذیب نے یوں تو بہت سی مہلک چیزوں پر چند سطحی فوائد کا ملمع چڑھا کر پیش کیا ہے، مگر اس کا یہ کارنامہ سب سے زیادہ ’’قابل داد‘‘ ہے کہ ’’سود‘‘ جیسی گھناؤنی اور قابل نفرت چیز کو جدید سسٹم کا دلکش اور نظر فریب لبادہ پہنا کر پیش کیا اور اس طرح پیش کیا کہ اچھے خاصے سمجھ دار اور پڑھے لکھے لوگ بھی اس نظام کو نہایت معصوم اور بے ضرر سمجھنے لگے۔ مغربی تہذیب کے اس بدترین مظہر کی خوبیاں لوگوں کے دل ودماغ پر کچھ اس طرح چھا چکی ہیں کہ وہ اس کے خلاف کچھ سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور اس کو بے ضرر بلکہ نفع بخش، بلکہ قطعاً ناگزیر سمجھتے ہیں، **حالانکہ اگر تقلیدِ مغرب کی منحوس عینک اُتار کر واقعات کا جائزہ لیا جائے تو ایک سلیم الفکر انسان کا ذہن سو فیصد اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ عام قوم کے لیے معاشی ناہمواریاں پیدا کرنے میں جس قدر بڑی ذمہ داری بینکنگ کے موجودہ نظام پر ہے اتنی کسی اور چیز پر نہیں،** حقیقت یہ ہے کہ قدیم نظام ساہوکاری کے نقصانات پھر اتنے زیادہ نہیں تھے، جتنے کہ اس جدید نظام سے پیدا ہوتے ہیں۔ ہم پہلے مختصراً بینکنگ کے طریقہ کار کا ذکر کرتے ہیں، تاکہ بات کو سمجھنے اور کسی نتیجے تک پہنچنے میں کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہے۔ **ہوتا یہ ہے کہ چند سرمایہ دار مل کر ایک ادارۂ ساہوکاری قائم کر لیتے ہیں، جس کا دوسرا نام ’’بینک‘‘ ہے۔ یہ لوگ مشترکہ طور پر ساہوکاری کا کاروبار کرتے ہیں۔‘‘** (تجارتی سود عقل وشرع کی روشنی میں، ص: ۱۴۰-۱۴۱، ادارۃ المعارف، از مفتی محمد تقی عثمانی، کراچی)

ارشاد:

’’اس دام ہم رنگ زمین کو پھیلانے میں جس چالاکی اور ہوشیاری سے کام لیا گیا ہے، وہ واقعۃً عجیب ہے۔ عوام تو سود کے لالچ میں اپنی رقمیں ایک ایک کر کے بینک کی تجوریوں میں بھرتے رہتے ہیں اور اس سے پورا نفع چند سرمایہ دار اُٹھاتے ہیں۔‘‘

(تجارتی سود عقل وشرع کی روشنی میں، ص: ۱۴۲، ادارۃ المعارف، از مفتی محمد تقی عثمانی، کراچی)

ارشاد:

’’اس بینکنگ کی اصلیت معلوم کرنے کے بعد بھی کیا کسی سلیم الفکر انسان پر یہ بات مخفی رہ سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سود کے لین دین کرنے والے کے لیے خدا اور رسول کے اعلانِ جنگ کی سخت وعید کیوں سنائی؟‘‘ (تجارتی سود عقل وشرع کی روشنی میں، ص: ۱۴۳-۱۴۴، ادارۃ المعارف، از مفتی محمد تقی عثمانی، کراچی)

تبصرہ:

ان عبارات کی روشنی میں ہمیں یہ غور کرنا چاہیے کہ اسلام کی طرف منسوب بینک‘ بینک ہیں یا تجارتی کمپنیاں ہیں؟ اگر تجارتی کمپنیاں ہیں تو پھر تجارتی کمپنیاں شرکت ومضاربت کے اصولوں پر

خالص تجارت سے آخر فرار کیوں اختیار کرتی ہیں؟! اگر یہ فرار اپنی بینکیت (بینکاری تصور) کے تحفظ کے لیے ہے تو پھر یہ نفع بخش ادارے ''بینک'' ہی ہوئے اور اوپر بینک کی جو قباحت بتائی گئی ہے، یہ نام نہاد اسلامی بینک اس قباحت سے پاک نہیں کہلا سکتے۔ (راقم)

....

بہر کیف اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ بینکوں کے سود کو تاویلات کے ذریعہ خارج از ربا قرار دینے میں صرف متجددین یا مستشرقین کے مستفیدین ہی نہیں، بلکہ کئی نامی گرامی عربی وعجمی علماء دین بھی شامل تھے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ''مسئلہ سود'' کی درج بالا تعبیرات کا مخاطب بطور خاص ہر دو خطوں کے متجدد علماء کرام بھی تھے اور ہمارے اکابر کی یہ ناراضگی، لہجے کی تیزی، الفاظ کی حدَّت اور تعبیر کی شدَّت کسی کی توہین یا تنقیص یا بدتہذیبی ہرگز نہیں تھی، بلکہ ربا کی سنگینی کی بنا پر دینی اقتضاء، اسلامی حمیت اور ایمانی غیرت کا مظہر ہی تھی۔ اسی طرح قمار (جوا) کو جب مختلف حلقوں بالخصوص علماء دین میں سے بعض لوگوں نے رنگارنگ تاویلات کے ذریعہ رواج دینے میں حصہ لینا شروع کیا اور روایتی انشورنس کو جائز قرار دینے کی تگ ودو فرمائی اور انشورنس کی اسلام کاری کو اسلامی معیشت اور دین اسلام کا عصری تقاضا قرار دے کر علمی فتنہ کھڑا کیا گیا تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر نے ایسے اہل علم اور ان کی تحقیقات کے بارے میں جو کچھ جس انداز سے فرمایا، اس کے کچھ نمونے بھی ملاحظہ فرماتے جائیں:

''**بعض تجدد پسند علماء عصر** نے جوا س (انشورنس) کو امدادِ باہمی کا معاہدہ قرار دے کر موالات کے احکام پر قیاس فرمایا اور عقدِ موالات کی طرح اس کو بھی جائز قرار دیا ہے، وہ بالکل قیاس مع الفارق ہے۔'' (جواہر الفقہ، ج:۴، ص:۱۷۴، طبع: مکتبہ دار العلوم، کراچی)

''درحقیقت مروَّجہ بیمہ کو **امدادِ باہمی کہنا اِک دھوکہ ہے** اور بیمہ اور سٹہ سے سودی کاروبار پر آنے والی نحوست کو پوری قوم کے سر پر ڈالنے کا **ایک خوبصورت حیلہ** ہے۔''

(جواہر الفقہ، ج:۴، ص:۱۷۴، طبع: مکتبہ دار العلوم، کراچی)

''**ان علماء کا کردار بھی قابلِ مذمت ہے** جو یورپ کے ماہر اقتصادی نظام کی چند خوبیاں یا خوشنما پہلوؤں کو دیکھ کر **جواز اور حلت کا فتویٰ دینے میں جری ہیں۔**''

(جواہر الفقہ، ج:۴، ص:۴۹۱، طبع: مکتبہ دار العلوم، کراچی)

''**ظاہر ہے کہ محض نام بدل دینے سے کسی معاملہ کی حقیقت نہیں بدلتی۔**''

(جواہر الفقہ، ج:۴، ص:۴۶۷، طبع: مکتبہ دار العلوم، کراچی)

''**خدا کے لیے اس چندروزہ کاروبار پر آخرت کو قربان نہ کریں۔**''

(جواہر الفقہ، ج:۴، ص:۵۲۹، طبع: مکتبہ دار العلوم، کراچی)

''**حرام معاملات پر حلال کا لیبل لگانے کے بجائے اس کی فکر کریں کہ امدادِ باہمی کی شرعی**

اور جائز صورت کو اختیار کریں ۔'' (جواہر الفقہ ، ج:۴،ص:۵۲۹،طبع: مکتبہ دار العلوم، کراچی)

''اگر خدانخواستہ وہ خود حلال وحرام سے بے نیاز ہوکر چند روزہ مال ودولت کمانے کو اپنا مقصد بناہی چکے ہیں تو کم از کم اکابر علماء اور اہلِ فتویٰ پر اپنی رائے تھوپنے اور ان پر تہمت لگانے سے تو پرہیز کریں کہ یہ تحریفِ دین کا دوسرا گناہ ہے، جس کی اس کاروبار میں کوئی ضرورت بھی نہیں ۔'' (جواہر الفقہ ، ج:۴،ص:۵۲۹،طبع: مکتبہ دار العلوم، کراچی)

''وہ اپنی اس ذمہ داری کو بھی محسوس کریں کہ ان بزرگوں کی طرف غلط فتووں کو منسوب کرنا اخلاقی کے علاوہ قانونی جرم بھی ہے ۔'' (جواہر الفقہ ، ج:۴،ص:۵۲۹،طبع: مکتبہ دار العلوم، کراچی)

''اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو مال ودولت کی ایسی محبت سے بچائے جو اُن کی آخرت کو برباد کرے ۔'' (جواہر الفقہ ، ج:۴،ص:۵۲۹،طبع: مکتبہ دار العلوم، کراچی)

الغرض جو اہلِ علم، امانت ودیانت کے ساتھ جب کسی معاملے کو رِبا اور قمار قرار دے رہے ہوں تو ان کا فرض بنتا ہے کہ وہ ممکنہ حد تک شد ومد کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کریں اور امت کو رِبا، شبہۂ رِبا اور قمار سے بچنے کا درس دیں ۔ اس سلسلے میں کسی قسم کی نرمی اور لچک کے بغیر بانگ دہل اپنے موقف کا اظہار کریں ۔ رِبا اور قمار کے احکام کے معاملے میں جسے متساہل پائیں، ان کے ساتھ تسامح کرنے کو اکابر کی پیروی میں مداہنت تصور کریں ۔ بلکہ ایسے لوگوں کے ساتھ اگر سخت لب ولہجہ میں بات کی جائے تو روایت ودرایت کی رو سے بالکل بجا ہے، کیوں کہ رِبا وقمار کے معاملے میں متساہل لوگوں کے مقابلے میں احکامِ رِبا کی رعایت زیادہ اہم ہے ۔

مگر ہمارے ہاں معاملہ یہ ہے کہ رِبا اور قمار کے باب میں تاویلاتی اور تزویراتی عمل کے ردِ عمل پر بعض اہلِ تاویل ناراضگی اور برہمی کا اظہار فرماتے ہیں اور موجودہ زمانے کے بعض اہلِ تاویل علماء کرام اپنے طرزِ عمل کے مخالفانہ نقطۂ نظر کے اظہار و بیان کو بے وقعت باور کرانے کے لیے مخالفانہ نقطۂ نظر والوں کے اندازِ بیان، اسلوبِ تحریر اور طرزِ تخاطب پر شکایت کرنے لگ جاتے ہیں، اس شکایت کا علمی جواب تو سطورِ بالا میں موجود ہے ۔

مگر بعض مجوزین کے اس المیہ کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہے کہ وہ رِبا وقمار سے متعلق اکابر کے اندازِ بیان اور اسلوبِ تحریر سے استغناء برتتے ہوئے نظر آتے ہیں اور اپنی تاویلات وتزویرات کو صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے علمی واجتہادی اختلافات کے درجے میں بھی باور کرانے لگ جاتے ہیں ۔ صحابہؓ اور ائمہ مجتہدین کے علمی واجتہادی اختلافات کے لیے اُمت کے ہاں جو اُصولی رعایتیں ہیں، ان پر مؤولین اپنا استحقاق جتلانے آجاتے ہیں، اس طرزِ عمل کے بارے میں ہمارا خیال یہ ہے کہ فی زمانہ بینکوں کے سود اور انشورنس کی اسلام کاری کے حوالے سے جو اختلاف پایا جارہا ہے، (اسلامی بینک کاری اور تکافل کے عنوان سے) اس کی نوعیت علمی واجتہادی نہیں ہے، بلکہ تاویلاتی وتزویراتی ہے ۔

اس لیے کہ جو علماء دین' اسلام کی طرف منسوب مروجہ بینکوں کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ یہ مہم درحقیقت سودی بینکوں کو نئے نام اور انداز سے مستحکم کرنے کی مہم ہے اور مروجہ تکافلی نظام روایتی انشورنس کا چربہ ہے۔ ان علماء کا موقف یہ ہے کہ جوازی مہم سے وابستہ علماء کرام چونکہ ائمہ مجتہدین کے درجہ میں نہیں ہیں، اس لیے ان کے نقطۂ نظر کو بھی ہرگز اجتہادی نقطۂ نظر نہیں سمجھا جاسکتا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم سب (مجوزین علماء اور مانعین) اصولاً ''ناقلین'' [اسلاف کے فتاویٰ سے نقل پر اکتفاء کرنے والے] ہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ناقلین کی نقل کو اجتہاد کا درجہ حاصل نہیں ہوا کرتا۔ اگر مجوزین بزعم خود ناقلین کی بجائے ''مجتہدین'' ہیں تو ان پر پہلی ذمہ داری یہ عائد ہوتی ہے کہ وہ مذکورہ نظاموں سے متعلق مخالفانہ نقطۂ نظر والوں کی اس بنیادی غلط فہمی کے ازالے کے لیے اجتہادی کوشش فرمائیں اور اپنے اجتہادی مقام سے اُنہیں دلیل کے ساتھ آگاہ فرمائیں۔ نیز اختلاف اور اہلِ اختلاف کی اجتہادی نوعیت وحیثیت کا تعیُّن بھی فرمائیں۔ دریں صورت ذیلی جزئیات، تکییفات اور تطبیقات سے گفتگو کا مرحلہ دوسرا ہوگا۔

اگر مجوزین حضرات مانعین کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہوجائیں کہ مروجہ اسلامی بینکوں اور تکافلی اسکیموں سے متعلق پایا جانے والا اختلاف واقعی علمی اور اجتہادی ہے، تزویراتی اور تاویلاتی نہیں ہے، تو پھر یہ تعین فرمانا بھی ضروری ہوگا کہ اجتہادی اختلاف میں فریقین کے اہل اجتہاد کا طبقہ اور درجہ کونسا ہوگا؟ اگر طبقاتِ فقہاء کی خماسی تقسیم کو ملحوظ رکھا جائے تو یہ اہلِ اجتہاد پانچوں میں سے کس قسم کے تحت داخل ہوں گے؟! اور اگر سباعی تقسیم کو لیا جائے تو کون کس طبقے کے ساتھ ملحق ہوگا؟! یہ تعین بھی ضروری ہوگا۔

اگر فریقین کے علماء کرام، اہل اجتہاد فقہاء کے لیے بیان کردہ اجتہادی درجات کی فہرستوں میں اضافہ کا ذریعہ نہ بن سکیں تو پھر مروجہ اسلامی بینکوں اور تکافل کمپنیوں کی بابت موجودہ اختلاف کو اہلِ اجتہادؒ علماء کی طرف لے جانے کی بجائے قریب زمانے کے اس اختلاف کی طرح شمار کیا جانا مناسب ہے، جو ہمارے اکابر (حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ ودیگر) اور روایتی سود اور انشورنس کے مجوزین علماء کے درمیان پایا گیا تھا، اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ ہمارے اکابر اور سود کے مجوزین علماء کا اختلاف درحقیقت نصوص پر انحصار وعدم انحصار اور سابقہ نقول پر اعتماد اور عدم اعتماد کا اختلاف تھا، جسے جدت وقدامت کا اختلاف بھی کہا جاسکتا ہے، اور روایت وجدت کی کش مکش کا نام بھی دیا جاسکتا ہے، پس اگر موجودہ بینکوں اور تکافلی اداروں کے بارے میں اختلاف کی نوعیت یہی قرار پاتی ہے تو پھر اکابر کے دور میں مخالفین کا جو باہمی رویہ تھا، اس کی گنجائش اب بھی باقی رہنی چاہیے۔ مانعین کا فرض بنتا ہے کہ اکابر کی طرح کھلے داموں اور واضح لفظوں میں اپنے موقف کا اظہار کرتے رہیں، انہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی خوشی وناراضگی کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

اللّٰہم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

سفرِ زامبیا

مفتی محمد شفیق عارف
مفتی دارالافتاء واستاذ جامعہ

اکرام واحترام کی شاندار مثال!

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ و برد اللہ مضجعہٗ کو اللہ جل شانہٗ نے ان تمام خصوصیات، صفات وکمالات اور ملکات سے مالا مال فرمایا تھا جو کسی بھی دینی وعلمی میدان کی پیشوائی کے لیے مطلوب ہوتی ہیں، مثلاً: توبہ و انابت، خوف وخشیت الٰہی، عشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کی بدولت صفاءِ قلب ونور، اذکار واوراد اور عمل بالحدیث کا شوق وجذبہ، متونِ حدیث پر نظر، اُصولِ حدیث کی مہارت، رجال اور طرق وعلل سے آگاہی، مذاہبِ اربعہ کے مراجع ومآخذ، اُصولِ فقہ وعلم الخلافیات سے واقفیتِ تامہ، عربیت میں پختگی، کلام وفلسفہ وحقائق پر نظر، وسعتِ علم وسرعتِ مطالعہ، قلم کی روانی وسلاست، خطابت وبیان میں جرأت کے ساتھ سنجیدگی اور وقار، بیدار مغزی وشدتِ احساس، وسعتِ فکر ونظر، اہتمام وانتظام، تنظیم وتدبیر کی اعلیٰ مثال اور اعلاءِ حق کے لیے اُٹھنے والی ہر تحریک کے لیے قائدانہ اوصاف کے حامل تھے۔ آپ کی نمایاں ملی اور دینی خدمات میں تحریکِ ختمِ نبوت کی امارت وقیادت میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے علاوہ فتنۂ پرویزیت کا تعاقب اور علمی محاسبہ شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اندرون وبیرونِ ملک کئی اداروں کے صدر یا رکن کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

تاسیسِ جامعہ

مذکورہ فضائل وکمالات کے علاوہ اللہ جل شانہٗ نے ایک خاص الخاص فضل وکرم آپ پر فرمایا اور وہ ہے جامعۃ العلوم الاسلامیۃ (ابتدائی نام مدرسہ عربیہ اسلامیہ) کی تاسیس۔ اس کی بنیاد کس طرح سے رکھی تھی؟ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں:

''چنانچہ برسوں اس سلسلے میں غور وفکر کرتا رہا، اسی دوران ذوالحجہ ۱۳۶۹ھ کے اواخر میں حج سے فراغت کے بعد میری رفیقۂ حیات نے مکہ مکرمہ میں ایک خواب دیکھا، جس کی تعبیر میں یہ

سمجھا کہ عنقریب مجھے اس کام کے کرنے کی توفیق نصیب ہوگی جس کا میں آرزومند تھا۔ چنانچہ اس کام کو شروع کرنے سے پہلے میں نے مناسب سمجھا کہ اللہ تعالیٰ سے آہ وزاری کے ساتھ دعائیں اور ماثور استخارے کروں، اس مقصد کے لیے میں نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا، تاکہ اس کی برکت سے مجھے توفیق نصیب ہو۔ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے تمام مقاماتِ مقدسہ اور مشاعرِ حج میں مجھے آہ وزاری اور دعا کی توفیق عطا فرمائی، پھر حرمِ نبوی میں حاضری ہوئی اور ایک ماہ سے زیادہ مدینہ منورہ میں قیام کیا، رو رو کر دعائیں کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو اس کام کے لیے مطمئن کردیا۔ حج سے وطن واپس لوٹا، میرے سامنے کام کرنے کا راستہ نہایت مبہم اور غیر واضح تھا، مادی وسائل مفقود تھے، میں برابر سوچتا اور غور وفکر کرتا رہا، آخر کار ایک ایسے خطۂ زمین میں کام شروع کردیا جہاں نہ کوئی مکین تھا، نہ مکان کہ جس میں بارش یا دھوپ کی تمازت سے بچنے کے لیے پناہ لے سکوں، نہ ضروریات پوری کرنے کی کوئی جگہ تھی، نہ راحت وآرام کی، اس سے قبل میں نے اخبارات میں ان فضلاء کے لیے جو درسِ نظامی سے فارغ ہوچکے ہوں ''تکمیل'' کا درجہ کھولنے کا اعلان کیا، جس میں قرآن کریم، سنتِ نبویہ، فقہ اسلامی اور عربی ادب جیسے علوم کی خصوصی تعلیم دینا مقصود تھا۔ میرے اس اعلان پر دس فضلاء نے لبیک کہی، چنانچہ ان دس فضلاء سے میں نے کام شروع کیا۔''

حضرت بنوری قدس اللہ سرہٗ نے جس مدرسہ کی بنیاد سادہ سا نام ''مدرسہ عربیہ اسلامیہ'' سے رکھی تھی، اللہ جل شانہ کے لطف وکرم سے وہ قبولیت عامہ عطا ہوئی کہ دنیائے اسلام میں اس کو ایک ممتاز یونیورسٹی کا مقام حاصل ہے، جس سے تشنگانِ علوم نبویہ سیراب ہوکر دنیا کے کونے کونے میں اُمت کے لیے رشد وہدایت کا ذریعہ بن رہے ہیں۔

جامعہ کا فیض

ہم اپنے اساتذۂ کرام بالخصوص استاذ محترم مدیر جامعہ حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم کی زبانی ایسے واقعات سنتے رہتے ہیں جن میں جامعہ کے فضلاء کا دنیا بھر میں قرآن وحدیث کے علوم کی خدمت میں مصروف ہونا بتایا جاتا تھا، پھر یہی نہیں کہ صرف بڑے اور سہولیات سے بھرپور شہروں میں ہی خدمات انجام دیتے، بلکہ شہروں سے دور دراز ایسے علاقوں میں بھی کام کرتے نظر آئیں گے جہاں وسائل کی کمیابی ہے۔ وسائل پر انحصار کیے بغیر رشد وہدایت کے دیپ روشن کیے ہوئے ملیں گے، جن کے اخلاص وللّٰہیت سے بھرپور خدمات کا سن کر جہاں ایمان تازہ ہوتا ہے، وہاں حضرت بنوری نور اللہ مرقدہٗ کے اخلاص وللّٰہیت سے روشن کیے ہوئے منارۂ نور کی عند اللہ قبولیت کا بھرپور اظہار بھی ہوتا ہے۔

اللہ جل شانہ اس مینارہ نور کو آسمان رشد و ہدایت پر تا قیامت چمکتا دمکتا، درخشندہ ستارہ بنائے رکھے۔اس کے فیض سے پورے عالم کو منور فرماتا رہے، آمین یارب العالمین۔

مشہور واقعہ ہے کہ حضرت بنوری نوراللہ مرقدہٗ ایک مرتبہ افریقی ملک زامبیا تشریف لے گئے تھے، اس وقت ایک جگہ پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی دلسوزی سے اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں دعا مانگی، جس کے الفاظ کم وبیش اس طرح کے تھے: ’’اے اللہ! میں بوڑھا ہوگیا ہوں، کاش! میرے اندر طاقت اور قوت ہوتی کہ میں ان سیاہ فام لوگوں کو قرآن پڑھاتا، ان کو دین کی تعلیم دیتا۔‘‘ اللہ جل شانہٗ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دعا قبول فرمائی کہ کچھ عرصے کے بعد جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے فضلاء نے زامبیا (جو ایک خاص عیسائی مملکت ہے) میں قرآن وحدیث کے علوم کے جگہ جگہ مکاتب و مدارس قائم کیے۔ آج زامبیا کے دارالحکومت ’’لوساکا‘‘ میں بیس ایکڑ رقبے پر محیط ایک عظیم الشان مرکزی دینی ادارہ ’’الجامعۃ الاسلامیۃ‘‘ کے نام سے قائم ہے، جس میں دورۂ حدیث تک تعلیم کے ساتھ ساتھ دیگر شعبوں میں بھی شب و روز تعلیم جاری ہے، مثلاً: شعبہ حفظ و ناظرہ، شعبۂ قرأت وغیرہ۔ اس کے علاوہ فلاحی کاموں کا ایک بہت بڑا شعبہ قائم ہے، جہاں سے نہ صرف غریب مسلمانوں کی امداد و نصرت کا سلسلہ جاری ہے، بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی تعاون جاری ہے۔ ان کے علاقوں میں جا جا کر ان کی ضروریات کا سامان پہنچایا جاتا ہے، ضرورت کی جگہ پر کنویں وغیرہ کے ذریعہ پانی کا انتظام کیا جاتا ہے، ایسا عظیم الشان نظام قائم ہے کہ حکومت کے کرنے والے کام بھی جامعہ کے یہ فضلاء سرانجام دے رہے ہیں۔

مادرِ علمی سے محبت

جامعہ اسلامیہ کے منتظمین اور فضلاء کو اپنی مادر علمی (بنوری ٹاؤن) اور اس کے اساتذہ کے ساتھ محبت کا وہ گہرا تعلق ہے کہ ہر سال ختم بخاری شریف کے موقع پر جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے اپنے اساتذہ کو ضرور بلاتے ہیں، چنانچہ ہر سال جامعہ سے اساتذہ کرام تشریف لے جاتے ہیں، جن کی وجہ سے خوشی اور مسرت سے ان کے دل باغ باغ ہوجاتے ہیں اور وہ اپنے اساتذہ سے بھرپور محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔

زامبیا کا سفر

گزشتہ سال حضرت مولانا امداد اللہ صاحب دامت برکاتہم ناظم تعلیمات جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن نے بندہ سے زامبیا جانے کے لیے فرمایا تو خوشی ہوئی کہ جہاں ہمارے اساتذہ کرام جاتے رہتے ہیں وہاں جانے کا موقع مل رہا ہے، بلکہ ’’سیاحہ علمیہ‘‘ کا سہانا موقع سمجھ کر اس کے لیے تیاری شروع کی، چنانچہ غالباً ۴؍مئی ۲۰۱۶ء کو رات ایئر پورٹ پہنچے، بندہ کے ساتھ دو رفقاء سفر اور تھے، مولانا فصیح الرحمٰن صاحب اور مولانا رضاء اللہ صاحب اساتذہ جامعہ ہذا، جبکہ مولانا معراج حسین

صاحب پہلے ہی زامبیا پہنچ چکے تھے۔ تقریباً ۵ / بجے صبح بذریعہ ایمرٹس ایئر لائن سے کراچی سے روانہ ہو کر دبئی پہنچے۔ دو گھنٹے دبئی ائیر پورٹ پر قیام کے بعد پھر دبئی سے روانہ ہوئے تو پاکستانی وقت کے مطابق ۶ بجے دار الحکومت لوسا کا پہنچے۔ مفتی ایوب صاحب اور بھائی سلیمان صاحب نے ایئر پورٹ کے اندر آ کر خود ساری کارروائی مکمل کروائی، جب باہر نکلے تو مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد ادریس صاحب، مولانا مفتی عبد الجبار چترالی صاحب اور مولانا افضل صاحب اور دیگر حضرات نے بڑی محبت سے استقبال کیا، ملاقات کے بعد بندہ کو مولانا محمد افضل صاحب کی گاڑی میں ان کے ساتھ روانہ کر دیا گیا۔ باقی حضرات دوسری گاڑی میں تھے، تقریباً آدھے گھنٹے کی مسافت طے کر کے مسجد توحید آئے، جو بہت ہی خوبصورت اور کشادہ تھی۔ (اس مسجد کے بنانے کا بھی عجیب واقعہ ہے، آگے عرض کروں گا) اس مسجد میں ظہر کی نماز پڑھی۔

مدرسہ ''الجامعۃ الاسلامیۃ'' آمد

اس کے بعد پھر روانہ ہوئے، گاڑیاں مختلف راستوں سے ہوتی ہوئیں مدرسۃ ''الجامعۃ الاسلامیۃ'' پہنچیں۔ مدرسہ کے اساتذہ اور طلبہ نے استقبال کیا۔

ماشاء اللہ! مدرسہ بیس ایکڑ اَراضی پر محیط ہے، بہت خوبصورت عمارت ہے، درسگاہیں اور طلبہ کے دار الاقامہ بھی خوبصورت ہیں، کھیلنے کے لیے بہت کشادہ گراؤنڈ ہے، بہرحال جامعہ پہنچ کر عصر کی نماز پڑھی، پھر چائے وغیرہ کے ساتھ اکرام کیا گیا۔ چائے کے ساتھ بیکری کا طرح طرح کا سامان تھا جو سب کا سب گھروں میں بنایا گیا تھا، کیونکہ بتایا گیا کہ یہاں بیکری کی دکانیں نہیں۔ مسلمان اپنے اپنے گھروں میں بیکری کا سامان بناتے ہیں، چائے کے بعد آرام کرنے کے لیے کہا گیا۔ مہمانوں کے اعزاز واکرام کے لیے بہت خوبصورت مہمان خانے بنائے گئے ہیں۔ بندہ کو ایک کمرہ دے دیا گیا، تو اے سی چلا کر سو گیا۔ مغرب کی نماز کے لیے بیدار کیا گیا۔ نماز کے بعد تفصیلی بات چیت ہوئی اور عشاء کی نماز کے بعد ایک جگہ دعوت تھی، وہاں گئے۔ وہاں بنوری ٹاؤن کے دیگر فضلاء سے ملاقات ہوئی، دعوت پُرخلوص و پُرتکلف تھی، میزبان نے بہت اکرام کیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد واپسی ہوئی۔

رات سونے سے پہلے کل صبح کے پروگرام کے بارے میں بتایا گیا کہ اگر تھکاوٹ محسوس نہ ہو تو صبح نیشنل پارک جانا ہے، جو کہ سات سو چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ ساتھیوں نے بخوشی رضامندی کا اظہار کیا کہ افریقہ کے جنگل تو مشہور ہیں، ہر آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ اس جنگل کو اور اس میں طرح طرح کی مخلوقِ خدا کو دیکھیں، چنانچہ اگلے دن ۱۵ / مئی کو فجر کی نماز پڑھ کر تیاری شروع کی، کھانے پینے کا، اور دیگر ضروری سامان رکھا گیا۔ ناشتہ کیے بغیر روانہ ہوئے، سفر کی دعائیں پڑھی گئیں، مولانا محمد ادریس صاحب گاڑی چلا رہے تھے۔ راستہ میں جو چیز باعثِ حیرت تھی وہ یہ کہ سبھی مکان گراؤنڈ فلور پر ہیں اور

مکانات بہت کھلے اور کشادہ تھے، سفر میں ہر جگہ یہی مشاہدہ کیا، کہیں بھی فلیٹوں کی صورت میں مکانات نہیں دیکھے۔ کراچی کا رہنے والا جہاں ہر طرح بلند و بالا فلیٹوں کو دیکھنے والا جب یہ منظر دیکھتا ہے تو ایک خوشگوار حیرت ہوتی ہے۔ سڑکیں بھی کشادہ تھیں، اور ٹریفک کم تھی، اس لیے ہماری گاڑی خوب تیز رفتاری کے ساتھ رواں دواں تھی، کچھ مسافت طے کر کے ایک جگہ اُترے، اور اپنے ساتھ لایا ہوا ناشتہ کیا، ناشتہ سے فارغ ہو کر پھر مسلسل سفر کرتے رہے۔

پٹاؤ کہ شہر آمد

یہاں تک کہ ظہر سے قبل پٹاؤ کہ شہر پہنچے، بھائی محمد کے گھر دوپہر کا کھانا کھایا، چنانچہ دونوں باپ بیٹے نے استقبال کیا، ظہر کی نماز پڑھی اور کھانا کھایا، بھائی محمد نے بھی ہمارے ساتھ سفر پر جانا تھا، چنانچہ وہ اپنی گاڑی میں خورد و نوش کا سامان رکھ کر ہمارے ساتھ روانہ ہوئے، اس طرح دو گاڑیوں میں ساتھی بیٹھ گئے، گاڑیوں میں پیٹرول ڈلوایا گیا، پھر منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہوئے، عصر کی نماز راستہ میں پڑھی۔

نیشنل پارک آمد

مغرب کے وقت منزلِ مقصود نیشنل پارک پر پہنچے، سورج غروب ہو رہا تھا، گاڑی نے عام سڑک چھوڑ کر جنگل جانے والے کچے راستے پر چلنا شروع کیا، جیسے جیسے گاڑیاں آگے جا رہی تھیں، ویسے ویسے جنگل کا سناٹا خوف دلا رہا تھا، میرا خیال تھا کہ جنگل سے باہر فارم ہاؤس ہوگا، لیکن گاڑیاں تو جنگل کی طرف رواں تھیں، خوف و ہراس کی حالت تھی کہ ایک جگہ رہائشی عمارت اور گاڑیاں نظر آئیں، چنانچہ وہاں پہنچے، وہاں کے ملازمین نے گاڑی سے سامان اُتارا۔ شربت پلایا گیا، سب سے پہلے دریا کے کنارے چٹائیاں بچھا کر مغرب کی نماز پڑھی، دریا سے خوف ناک کریہ الصوت آوازیں اور بھی ماحول کو خوفناک بنا رہی تھیں، پتہ چلا کہ یہ آوازیں دریائی گھوڑوں کی ہیں جو دریا میں موجود ہیں، نماز کے دوران عجیب کیفیت تھی کہ کہیں ادھر ادھر سے کوئی جانور نہ آ جائے۔

عشاء کی نماز پڑھ کر رات ہی کو شیر دیکھنے کے لیے نکلے، جب افریقی جنگلوں میں جانے اور وہاں جانوروں کو دیکھنے کے واقعات سنتے تھے تو میرا ایک تصور تھا کہ گاڑی کے چاروں طرف شیشے لگے ہوں گے اور اس کے اوپر لوہے کی گرل لگی ہوگی اس گاڑی میں بیٹھ کر لوگ جنگل کے اندر جاتے ہوں گے تو ہمارے سامنے انتظامیہ نے جو گاڑی سواری کے لیے کھڑی کی اس کو دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ عام جیپ کی طرح ایک بڑی جیپ تھی، نشستیں آڈیٹوریم کی طرح اوپر نیچے تھیں اور بالکل کھلی تھیں، نہ شیشہ اور نہ ہی گرل تھی، ہر طرف سے کھلی تھیں۔ عجیب بات یہ تھی کہ رات کی تاریکی میں جنگل میں شیر کو دیکھنے جا رہے ہیں، مگر کسی کے پاس حفاظت کے لیے اسلحہ نہیں، حتیٰ کہ ہمارا گائیڈ جو گاڑی بھی چلا رہا تھا، اس کے پاس بھی اسلحہ نہیں تھا، بہر حال جانے سے پہلے گائیڈ نے انگلش میں ہدایات دیں، جس کا خلاصہ یہ

تھا کہ خاموش رہیں، بالکل نہ بولیں اور نہ ہی کوئی حرکت کریں، ڈرائیور کے علاوہ ایک اور آدمی گاڑی میں لائٹ لے کر کھڑا تھا، جو شیر دیکھنے کے لیے لائٹ گھماتا تھا، چنانچہ ایک جگہ سفید شیر دیکھا کہ بیٹھا ہوا ہے، ڈرائیور نے گاڑی اس کے قریب لے جا کر کھڑی کر دی، خوف بھی محسوس ہو رہا تھا، کچھ دیر کے بعد شیر وہاں سے چلا گیا، ہماری گاڑی بھی چلتی رہی، ایک جگہ ایک گاڑی کھڑی نظر آئی تو ہم بھی اس طرف چلے، تو دیکھا کہ گاڑی کی ہیڈ لائٹ کے سامنے شیر بیٹھا ہے، ہماری گاڑی بھی قریب جا کر رک گئی، شیر ویسا ہی بیٹھا رہا، اس کے بعد واپس کیمپ پہنچے، کھانا کھا کر آرام کرنے چلے گئے۔ جن کمروں میں ہم آرام کرتے تھے، جنگلی جانور رات کو ادھر بھی پھرتے رہتے تھے، اس لیے صبح دیکھ بھال کر فجر کی نماز کے لیے نکلتے تھے، اگلے دن یعنی ۱۶ مئی پیر کے دن فجر کے بعد ہلکا پھلکا ناشتہ کیا۔ تقریباً صبح چھ بجے گاڑی پر سوار ہو کر نیشنل پارک کی طرف روانہ ہوئے، یہ پارک نو ہزار پچاس مربع کلو میٹر پر محیط ہے، اس میں شکار کرنا منع ہے، چیک پوسٹ پر ضروری کارروائی کے بعد جنگل کی طرف چل پڑے، بڑا گھنا جنگل ہے، اس میں گھومتے رہے، طرح طرح کے جانور دیکھتے رہے، ہاتھی، زیبرا، زرافہ، ہرن وغیرہ، چلتے چلتے ایک جگہ انگریزوں کی متعدد گاڑیاں کھڑی ہوئی دیکھیں تو ہمارے ڈرائیور نے گاڑی کا رُخ اسی طرف پھیر دیا، قریب جا کر دیکھا کہ درمیان میں ایک شیر بیٹھا ہے، کچھ فاصلے پر شیرنی بھی ہے، دو اطراف گاڑیاں کھڑی ہیں، مگر مکمل سکوت ہے، چند منٹ یہاں ٹھہرنے کے بعد پھر چل پڑے۔ تین گھنٹے جنگل میں گھومتے پھرتے رہے۔ بعض اوقات خطرناک راستوں سے بھی گزرے، چونکہ کافی دور تک جا چکے تھے تو پھر ڈرائیور ایک بڑی نہر کے قریب گاڑی لے گیا، وہاں کشتی پر گاڑی سوار کرا کر دوسرے کنارے اُتارا، پھر مختلف جھاڑیوں اور ناہموار راستوں سے ہوتے ہوئے اپنے کیمپ پہنچے، تقریباً ساڑھے گیارہ بجے بھرپور ناشتہ کیا اور آرام کرنے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ دو بجے کے قریب اُٹھ کر ظہر کی نماز پڑھی، کچھ دیر بعد دوپہر کا کھانا کھا کر عصر کے بعد اسی جنگل کی طرف گاڑی پر سوار ہو کر چل پڑے۔ مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں شیر اور شیرنی دونوں ساتھ ساتھ بیٹھے ہیں اور بھی گاڑیاں کھڑی ہیں، ہماری گاڑی بھی پانچ سات گز کے فاصلے پر کھڑی کر دی گئی، یہاں بھی انگریز سیاح پہلے سے موجود تھے، اس سے معلوم ہوا کہ سیاح زیادہ شیر کو دیکھنے کا اہتمام کرتے ہیں اور باوجود کہ مختلف گاڑیاں کھڑی ہیں، مکمل سکوت کی وجہ سے شیر خاموشی سے بیٹھے تھے، البتہ گردن اُٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھتے تھے۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد پھر روانہ ہوئے، جنگل ہی میں ایک کشادہ وصاف جگہ مل گئی، مغرب کی نماز کے لیے اذان دی گئی اور باجماعت نماز پڑھی گئی۔ عجیب ماحول تھا جنگل کا، سکوت اور رات کی تاریکی تھی، کچھ لائٹس سے روشنی کا انتظام کیا گیا، وہیں چائے پی، پھر بڑی ٹارچ لے کر جنگل میں گھومتے رہے۔ بعض مقامات تو خوفناک تھے، مختلف جانور دیکھتے ہوئے واپسی ہوئی۔ عشاء کے قریب کیمپ پہنچے، کھانا کھا کر عشاء کی نماز پڑھ کر سو گئے۔ یہ کیمپ میں ہماری دوسری اور آخری رات تھی۔

چاپا تا شہر آمد

۱۷ مئی کو فجر کی نماز پڑھ کر ناشتہ کر کے چاپا تا شہر کے لیے روانہ ہوئے۔ چاپا تا شہر میں ایک جگہ دوپہر کے کھانے کی دعوت تھی، کھانے کے بعد ظہر کی نماز پڑھی اور آرام کیا۔ عصر کی نماز کے بعد مقامی ساتھیوں کے ساتھ دو گاڑیوں میں ایک جنگل کی طرف چلے کہ وہاں ہرن کا شکار کرنا تھا۔ تقریباً گھنٹے کی مسافت طے کر کے مذکورہ مقام پر پہنچے، راستے میں مختلف مقامات میں دیکھا کہ لوگوں نے بھیڑ بکریوں کے ساتھ خنزیر بھی گھروں میں رکھے ہوئے ہیں۔

۴۰ سال قبل تبلیغی جماعت کی آمد

جنگل کے شروع میں ایک قدیم مسجد دیکھی، مقامی ساتھیوں نے بتایا کہ ۴۰ سال قبل اس پُرخطر راستہ سے ایک پیدل تبلیغی جماعت یہاں آئی تھی، جس کی قربانیوں سے کافی ثمرات ظاہر ہوئے۔ مغرب کی نماز اس مسجد میں ادا کر کے چائے وغیرہ پی کر گاڑیوں میں سوار ہو کر جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ مولانا رضاء اللہ صاحب، مولانا فصیح الرحمٰن صاحب اور مولانا معراج حسین صاحب مقامی ساتھیوں کے ساتھ گاڑی کے پچھلے کھلے حصے میں کھڑے بڑی لائٹ سے اِدھر اُدھر جانور دیکھتے تھے۔ ہرنیوں کے ریوڑ ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ جنگلی بھینسیں تھیں مگر شکار ہرن کا کرنا تھا۔ اس کی تلاش میں تقریباً ۱۸/ ۲۰ کلومیٹر اندر جا چکے تھے۔ ہر طرف تاریکی کے ساتھ ساتھ سناٹا اور خوف و ہراس بھی تھا۔ ایک جگہ ہرن نظر آیا، مولانا رضاء اللہ نے نشانہ لگایا مگر نہیں لگا، گھومتے رہے، ایک جگہ پھر ہرن نظر آیا، روشنی پھینکی، نشانہ لگایا، مگر خطاً گیا۔ پھر آگے بڑھتے رہے کہ اچانک گاڑیاں رُک گئیں کہ آگے ہاتھی کی آواز سنائی دی ہے، تو وہیں سے گاڑیاں واپس لے کر دوسرے راستے پر ڈال دیں، کیوں کہ سنا ہے کہ ہاتھی خطرناک حملہ کرتا ہے۔ اس راستے پر دور ایک جگہ ہرن نظر آیا، مقامی ساتھی بھائی رشید احمد نے فائر کیا تو اس کی گردن پر نشانہ لگا تو وہ گر گیا، ساتھی چھریاں لے کر اس کی طرف بھاگے، حالانکہ خوف ناک جنگل ہے، کوئی بھی درندہ راستے میں حملہ کر سکتا تھا، چنانچہ ہرن کو ذبح کیا، چار ساتھی اس کو اُٹھا کر لائے، بڑے بکرے کی جسامت کے برابر تھا، سینگ بڑے خوبصورت تھے، اس کامیابی پر سب ساتھی خوش تھے۔ وہاں سے واپس آئے اور راستہ ہی میں دو حبشیوں نے اس کی کھال اُتار کر گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے بنا دیئے، اس کے بعد واپسی ہوئی۔ ابھی جنگل ہی میں تھے کہ اچانک آگے والی گاڑی رُک گئی کہ راستہ میں ایک بڑا ہاتھی راستہ بند کیے کھڑا ہے، گاڑیاں رُک گئیں، اس کے جانے کا انتظار کرنے لگے، کچھ دیر کے بعد وہ راستہ سے ہٹ گیا مگر راستہ کی طرف منہ کر کے کھڑا تھا، گاڑیاں تیزی سے چلیں تو گزرتے وقت دیکھا تو واقعی بہت بڑا ہاتھی تھا۔

چاپا تا واپسی

رات بارہ بجے چاپا تا واپسی ہوئی، عشاء کی نماز پڑھی اور ہرن کے گوشت کے کباب وغیرہ

بنائے گئے، رات ایک بجے کھانا کھایا اور آرام کیا، آج ۱۸ مئی کو صبح ناشتہ کر کے واپس اپنے شہر لوساکا کے لیے روانہ ہوئے۔ مختلف جگہوں سے ہوتے ہوئے ایک جگہ ظہر کی نماز پڑھی اور دوپہر کا کھانا کھایا اور عصر کے وقت اپنے مرکز ''الجامعۃ الاسلامیہ'' پہنچے، عصر کی نماز کے وقت آرام کیا۔

سائٹ ایریا کا دورہ

آج ۱۹؍مئی کو فجر کی نماز کے بعد مختصر سا ناشتہ کر کے آرام کیا، پھر ۸ بجے ایک جگہ ناشتہ کی دعوت تھی، ناشتہ کیا۔ زامبیا کے سفر میں ایک عجیب بات یہ دیکھی کہ ماشاء اللہ! ناشتہ سمیت ہر کھانا خوب کھایا جاتا اور دوسرے کھانے کے وقت بُھوک بھی خوب لگتی تھی، ایسی آب و ہوا تھی کہ کبھی بھی گرانی محسوس نہیں ہوتی۔ ماشاء اللہ! ہر جگہ دعوت کے منتظمین بہت پُر تکلف اہتمام کرتے اور بھرپور محبت کے ساتھ کھانا کھلانے میں مصروف رہتے۔ **فجزاهم اللّٰه أحسن الجزاء**

بہرحال ناشتہ سے فراغت کے بعد لوساکا کی سائٹ ایریا کی طرف لے جایا گیا، مختلف فیکٹریوں میں لے جایا گیا اور مختلف طرح کے سامان بنتے دکھایا گیا۔ مختلف طرح کی ٹافیاں، بسکٹ اور طرح طرح کے صابن اور سرف وغیرہ بنتے دکھایا گیا۔ وہاں جن حضرات سے ملاقات ہوئی اُس سے دل بہت خوش ہوا کہ ماشاء اللہ! ہمارے مسلمان بھائی باشرع اور اسلامی لباس زیب تن کیے ہوئے بڑی بڑی فیکٹریاں، کارخانے چلا رہے ہیں۔ مختلف فیکٹریوں کا دورہ کر کے مولانا محمد افضل صاحب کے زیرِ تعمیر فارم ہاؤس کی طرف چل پڑے کہ آج دوپہر کا کھانا وہاں کھانا تھا، وہاں پہنچے، فارم ہاؤس دیکھا، کافی بڑا تھا، تقریباً آدھا تیار ہو چکا تھا، دوپہر کا کھانا کھا کر واپس اپنے مرکز آ گئے اور آرام کیا، عصر کی نماز کے بعد چائے بمع لوازمات کے ساتھ مجلس قائم ہوئی، جو کہ مغرب کے بعد بھی قائم رہی۔

مسجد عمر آمد

عشاء کی نماز پڑھنے مسجد عمر گئے (جہاں صبح جمعۃ المبارک کا بیان بھی کرنا تھا) بہت بڑی اور بہت ہی خوبصورت مسجد تھی، عشاء کی نماز کے بعد ایک جگہ کھانے کی دعوت تھی، وہاں سے کھانا کھا کر واپس مرکز پہنچ کر آرام کیا۔

آج ۲۰؍مئی بروز جمعۃ المبارک نماز فجر کے بعد ہلکا پھلکا ناشتہ کیا، پھر تقریباً ساڑھے ۸ بجے مولانا محمد ادریس صاحب کے گھر پُر تکلف ناشتہ کیا، مسجد عمر میں جمعۃ المبارک کا بیان کرنے کے لیے ۱۲ بجے نکلے تو اس راستے سے ملک کے صدر نے گزرنا تھا، اس لیے راستہ بند تھا، چنانچہ مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے تاخیر سے مسجد عمر پہنچے۔ ۱۲:۳۰ کی بجائے ۱۲:۳۷ پر بیان شروع ہوا اور ۱۲:۵۱ پر ختم ہوا، مولانا فصیح الرحمٰن صاحب نے خطبہ پڑھا اور جمعۃ المبارک کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد مولانا محمد افضل صاحب کے گھر دوپہر کا کھانا تھا جو کہ بہت ہی پُر تکلف تھا۔ وہاں سے فراغت کے بعد اپنے مرکز آ گئے۔

مغرب کی نماز کے بعد ایک اور جگہ دعوت تھی۔ کھانے سے فراغت پر واپسی میں راستے ہی میں عشاء کی نماز پڑھی، واپس آکر اپنے اپنے کمروں میں آرام کے لیے چلے گئے۔

آج ۲۱رمئی بروز ہفتہ نمازِ فجر کے بعد حسبِ سابق ہلکا پھلکا ناشتہ کیا، تقریباً ۸ بجے مولانا مبشر صاحب کے گھر ناشتہ کے لیے چلے گئے۔ ناشتے کے بعد واپس آکر آج رات کے پہلے پروگرام میں تقریر کی تیاری کرنے لگا۔ اس کے بعد آرام کیا، ظہر کی نماز کے بعد مہمان خانہ میں ہندوستانی مہمان اور ساؤتھ افریقہ سے اور دیگر ممالک سے آنے والے مہمانوں کے ساتھ کھانا کھایا۔ یہ دوپہر کا پہلا کھانا تھا جو اپنے میزبانوں کے ہاں کھایا تھا۔

تکمیلِ قرآن کی تقریب میں شرکت

آج بعد از نمازِ مغرب جامعہ اسلامیہ کے پہلے بڑے پروگرام کے تحت ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد تھا، جو کہ حفّاظ کرام اور قراءاتِ سبعہ کی تعلیم کی تکمیل پر منعقد کیا جارہا تھا۔ بڑی جامع مسجد میں پروگرام تھا۔ عشاء کی نماز مرکزی مسجد میں پڑھی، فرزندانِ اسلام سے مسجد بھری ہوئی تھی۔ ہندوستان سے معروف شخصیت قاری محمد صدیق صاحب اور ساؤتھ افریقہ سے حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اور مختلف ممالک کے طلبہ کے والدین، اعزہ واقارب اور مقامی لوگوں کی بڑی تعداد تھی، جس کی وجہ سے مسجد کا ہال برآمدہ وغیرہ سب بھرے ہوئے تھے۔ مقررین کا وقت ۱۰ منٹ مقرر تھا۔ افتتاح قرآن کریم کی تلاوت سے ہوا، اس کے بعد جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے استاذ کی حیثیت سے بندہ کا نام لے کر بلایا گیا۔ بندہ نے عظمتِ قرآن کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ میرے بعد ہندوستان سے تشریف لائے حضرت قاری محمد صدیق صاحب کو دعوت دی گئی۔ حضرت نے اولاً ایک نعت پڑھی، پھر قرآن کریم کے موضوع پر بیان فرمایا۔ ان کے بعد ساؤتھ افریقہ سے تشریف لاتے ہوئے مہمان مولانا مفتی سعید احمد صاحب کو دعوت دی گئی، حضرت نے انگلش میں بیان فرمایا، (اردو میں صرف بندہ اور قاری صاحب کا بیان تھا) بیان کے بعد اس مبارک مجلس میں نکاح پڑھوائے گئے۔ آخر میں حفّاظ کرام نے قرآن کریم کی تکمیل کی اور قراءاتِ سبعہ کی تکمیل کرنے والوں نے مختلف قراءتوں میں قرآن کریم سنایا، اس کے بعد دعا پر تقریب کا اختتام ہوا۔ اس کے بعد قریب ہی ایک جگہ سب مہمانوں کے لیے کھانے کی دعوت کا انتظام تھا، وہاں سے فراغت کے بعد اپنے مرکز پہنچے اور آرام کیا۔

آج مورخہ ۲۲رمئی کو ختم بخاری شریف کی اہم تقریب تھی، چنانچہ ساڑھے نو بجے روانہ ہوئے۔

ختم بخاری شریف کی تقریب

اسکول کے بڑے ہال میں تقریب کا انعقاد کیا گیا تھا، بہت عمدہ انتظامات کیے گئے تھے۔ قریب ممالک سے طلبہ کے والدین آئے تھے، بہت بڑا اجتماع تھا۔ مقررین کی فہرست میں آٹھویں ۸

نمبر پر میری تقریر تھی۔ سب تقاریر انگلش میں تھیں، پاکستان سے بندہ اور ہندوستان سے قاری محمد صدیق صاحب کی اردو میں تقاریر تھیں۔ بندہ کا علم اور اہل علم کی فضیلت اور اس کے حقیقی مصداق کون ہیں؟ کے موضوع پر بیان تھا۔ بندہ کے بیان کے بعد آخر میں مفتی سعید احمد صاحب کو بلایا گیا، حضرت نے انگلش میں بخاری شریف کی آخری حدیث پر بہت عمدہ بیان فرمایا۔ بیان کے بعد فارغ التحصیل علماء کی دستار بندی کی گئی، بندہ کو بھی پگڑی باندھنے میں ساتھ ملایا گیا تھا۔ آج کی تقریب بہت اہم اور بہت ہی کامیاب رہی۔ تقریب کے بعد دوپہر کا کھانا کہیں اور تھا، سب کھانا کھا کر واپس اپنے مرکز پہنچ گئے۔

طلبہ سے خطاب

مغرب کی نماز کے بعد جامعہ کے طلبہ سے تقریباً آدھے گھنٹے کا بندہ کا بیان رکھا گیا۔ بیان کے بعد انعامات بندہ کے ذریعہ دلوائے گئے۔ عشاء تک یہ تقریب جاری رہی۔ اس کے بعد مولانا محمد افضل صاحب کے خالو صاحب کے گھر دعوت تھی۔ کھانے سے فراغت کے بعد واپس اپنے مرکز آگئے۔

آبشار عجوبۂ خداوندی

آج مورخہ ۲۳؍مئی کو دنیا کا ایک عجوبہ ’’آبشار‘‘ دیکھنے کا پروگرام تھا۔ چنانچہ فجر کے بعد حسب سابق ہلکا پھلکا ناشتہ کیا، پھر دو گاڑیوں میں سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ دو گھنٹے کی مسافت طے کر کے ایک جگہ ٹھہر کر اپنے ساتھ لایا ہوا ناشتہ کیا، پھر روانہ ہوئے، تقریباً ۱۲ بجے مطلوبہ مقام پر پہنچے۔ پہلے سے بُک کیے گئے ایک خوبصورت ریسٹ ہاؤس میں قیام کرنا تھا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ آرام کے بعد ظہر کی نماز پڑھی اور اپنے ساتھ لایا ہوا کھانا کھایا، چائے پی۔ اپنا سامان یہیں رکھ کر دونوں گاڑیاں آبشار کی طرف روانہ ہوئیں، تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد وہاں پہنچے۔ ٹکٹ لیے، غیر ملکی کے لیے ۲۰؍ڈالر اور مقامی کے لیے آدھا ڈالر تھا۔ یہاں بندر بہت زیادہ تھے، جگہ جگہ لکھ کر لگایا گیا تھا کہ بندروں سے اپنے کھانے پینے کے سامان کی حفاظت کریں۔ ایسی جگہ پر ایک بندر آیا اور ہمارے ساتھی سے کھانے کا شاپر سمجھ کر چھین کر لے گیا، آگے جا کر دیکھا کہ اس میں پانی ہے تو وہیں پھینک دیا۔ اب آبشار دیکھنے سے پہلے اپنی جیبیں خالی کی جا رہی تھیں، پاسپورٹ، نقدی وغیرہ سب نکال کر سب گاڑی میں رکھ رہے تھے کہ آگے جا کر بارش میں نہانا بھی تھا، آبشار دیکھنے چلے، کیا ہی عجیب وغریب قدرتِ خداوندی کا ایک عجوبہ تھا۔ انتہائی خوبصورت مناظر شروع ہو گئے، بتایا گیا کہ یہ آبشار کئی کلومیٹر لمبی ہے جس کی دو تہائی زامبیا اور ایک تہائی زمبابوے میں ہے، جیسے جیسے آگے احتیاط سے آگے بڑھ رہے تھے، بہت گہرائی میں گرنے والے پانی سے فوارا اُٹھ کر کچھ بلندی پر جا کر ٹھنڈی پھوار بن کر موسلا دھار بارش کی طرح برس رہی تھی، بہت ہی لطف محسوس ہو رہا تھا، جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے بارش تیز سے تیز تر ہو کر عجیب لطف پیدا کر رہی تھی۔ اس جگہ پر غیر ملکی انگریز اور سیاہ فام مرد اور عورتیں چھوٹے بڑے بڑی مقدار میں اس

عجیب منظر سے لطف اندوز ہورہے تھے۔ مختلف مقامات بنائے گئے، لہٰذا مختلف زاویوں سے نظّارہ کیا جارہا تھا۔ اس نظّارے کے بعد یہ آبشار جہاں سے بنتی تھی اس دریا کے پاس گئے، جس کا پانی تیزی سے چلنے کی وجہ سے خوف ناک آواز پیدا کررہا تھا۔ وہاں عصر کی نماز پڑھی، چائے پی کر کچھ دیر بیٹھنے کے بعد زمبابوے کی سرحد کی طرف چلے۔

زمبابوے میں داخلہ

سرحد سے اجازت لے کر زمبابوے کی سرحد میں داخل ہوئے، کافی اندر جانے کے بعد پھر واپس ہوئے تو گویا زمبابوے کے اندر بھی ہمارا جانا ہوگیا تھا۔ پھر تقریباً مغرب کی نماز کے وقت اپنے مقام پر پہنچے۔ مغرب کے بعد گرم گرم کھانے کا انتظام ہورہا تھا، شکار کیے ہوئے ہرن کا گوشت بھی ساتھ لائے تھے، کوئلے سمیت گوشت بھوننے کا سارا سامان بھی ساتھ لائے تھے، چنانچہ کچھ ساتھی کوئلوں پر گوشت بھون کر دسترخوان پر رکھ رہے تھے، سردی کی وجہ سے کوئلوں کی انگیٹھی بھی جلا رکھی تھی، سب ساتھیوں نے بھرپور کھانا کھایا۔ ٹھنڈی ہواؤں میں گرم گرم کھانا بہت لطف دے رہا تھا۔ کھانے کے بعد عشاء کی نماز پڑھی، چونکہ تھکاوٹ کافی ہوچکی تھی، لہٰذا سب ساتھی اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ ریسٹ ہاؤس خوبصورت اور صاف ستھرا تھا۔ ۲۴؍مئی کو فجر کی نماز کے بعد ناشتہ لگادیا گیا تھا۔ ناشتہ کرکے واپسی کا سفر شروع کیا۔ دو گھنٹے کی مسافت کے بعد ایک جگہ کچھ دیر کے لیے ٹھہر کر پھر روانہ ہوئے، ایک مسجد میں ظہر کی نماز پڑھی اور چائے پی، پھر روانہ ہوئے۔

اسٹیل مل آمد

اب اگلی منزل مولانا یوسف صاحب کے ماموں کی اسٹیل مل تھی، وہاں دوپہر کے کھانے کی دعوت تھی۔ اسٹیل مل بہت بڑی تھی، کافی رقبے پر پھیلی ہوئی تھی، بجلی نہ ہونے کی وجہ سے رات کو کام ہونا تھا، اس لیے کام نہ دیکھ سکے، کھانا کھانے کے بعد تقریباً ۳:۳۰ بجے اپنے مرکز پہنچے۔ آج عشاء کے بعد ایک جگہ دعوت تھی، کھانے کے بعد واپس آکر آرام کیا۔

آج مؤرخہ ۲۵؍مئی کو صبح ناشتہ کی ایک جگہ دعوت تھی، دورہ حدیث سے فراغت پانے والے طلبہ کی بھی دعوت تھی، ناشتہ کیا، ایک بھرپور کھانے کا انتظام تھا، میزبان بہت اصرار کے ساتھ کھانا کھلارہے تھے۔ ناشتہ کے بعد واپسی ہوئی۔ تقریباً ساڑھے دس بجے کے قریب ایک مکتب میں قرآن کریم پڑھنے والے بچوں (جو کہ سب کالے تھے) میں انعامات تقسیم کرنے کی تقریب میں گئے، مجھے کچھ بیان کرنے کے لیے کہا تو تقریباً ۱۵ منٹ اردو میں بیان کیا، مولانا حمزہ صاحب مقامی زبان میں ترجمہ کرتے تھے۔ بچوں کے والدین بھی موجود تھے، خواتین پردے میں تھیں۔ بیان کے بعد بندہ کے ہاتھوں انعامات دلوائے گئے، انعامات میں سب گھریلو استعمال کے مختلف برتن تھے۔ چھوٹے بڑے سب خوش

ہو رہے تھے۔ یہاں سے فراغت کے بعد مولانا حمزہ صاحب کے گھر پُرتکلف دوپہر کھانے کی دعوت تھی۔ کھانے کے بعد جامعہ اسلامیہ کی پہلی عمارت دیکھنے کے لیے گئے، جہاں کام کی ابتداء کی تھی۔ اس کے بعد ایک راشن تقسیم کرنے کی تقریب میں گئے، جہاں بہت سے مرد عورتیں اور بچے راشن لینے کے لیے جمع تھے۔ بندہ اور مولانا حمزہ صاحب نے راشن تقسیم کیا، آٹے کی تھیلی کے علاوہ گھی، چینی وغیرہ کی چیزوں کی دوسری تھیلی تھی۔ کافی منظم انداز سے راشن تقسیم کیا گیا تھا۔ وہاں سے واپسی ہوئی۔

سفرِ زامبیا کے کچھ مشاہدات وتاثرات

۱......مسلمانوں کی مذہب سے وابستگی

زامبیا کے سفر میں جس چیز سے سب سے زیادہ خوشی ہوئی، وہ مسلمانوں کی اپنے مذہب سے وابستگی ہے۔ خوبصورت مساجد کے ساتھ مکاتب بھی بنائے گئے ہیں۔ مساجد کی کشادگی، ظاہری خوبصورتی کے ساتھ ساتھ باطنی حسن و جمال بھی خوب پایا جاتا ہے کہ نمازیوں سے آباد ہیں۔ مسلمانوں کی وضع قطع اسلامی شعار کا نمونہ ہے، آپس میں محبت و بھائی چارگی کا بھرپور اظہار پایا جاتا ہے۔

۲......تبلیغی جماعتوں کی آمدورفت

تبلیغی جماعتوں کی آمدورفت رہتی ہے، جس کے اثرات مقامی مسلمانوں میں نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں، جماعتوں کی نصرت کے ساتھ ساتھ مہمان نوازی کا بھی بھرپور مظاہرہ پایا جاتا ہے، مساجد میں جماعتی کام کے ساتھ ساتھ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری ہے، جس کی وجہ سے مسلمانوں میں دین کے ساتھ وابستگی خوب پائی جاتی ہے۔

۳......ایک متاثر کن عمل

ہمارے گجراتی بھائیوں کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ اپنے گھر بنانے سے پہلے مسجد اور مکتب بنانے کی فکر ہوتی ہے، واقعتاً ایسا ہی پایا گیا ہے، بڑی بڑی مساجد کے ساتھ مکاتب بنائے گئے ہیں، جہاں بڑے احسن طریقے سے تعلیم دی جارہی ہے۔ ان کے علاوہ بھی مختلف مدارس قائم ہیں، جہاں کا طریقۂ تعلیم اور نظم وضبط کو دیکھ کر بے انتہاء خوشی ہورہی تھی، ایک بڑا ہی متاثر کن عمل یہ دیکھنے میں آیا کہ مکاتب میں قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم بھی لازم ہے، اور دونوں کے لیے الگ الگ اوقات مقرر ہیں۔ ایک ایسے ہی مکتب میں جانا ہوا جہاں سب سے پہلی کلاس میں چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں اور بچیوں کی تعلیم کی ابتداء حروفِ تہجی کی تختی سے کی جارہی تھی، ایک ایک بچے سے حروف کی پہچان کرواکر صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کرائے جارہے تھے، اس کے ساتھ اگلے سال کی کلاس تھی، پھر تیسرے سال کی الخ۔ اس طرح ایک بچہ جب قرآن کریم کا بہترین حافظ بن جاتا ہے تو وہ میٹرک

تک عصری تعلیم بھی حاصل کرچکا ہوتا ہے۔ پٹاؤ کے' کے ایک مدرسے میں جانا ہوا، تو بتایا گیا کہ اس جگہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی تھی، آج وہاں ایک عظیم الشان مدرسہ ''انوارالاسلام'' کے نام سے قائم ہے اور وہاں قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم بھی ساتھ ساتھ دی جاتی ہے۔

۴ ......عیسائی بچے اور حفظِ قرآن

اس مدرسہ میں ایک حیرت انگیز عمل دیکھنے میں آیا، وہ یہ کہ چالیس عیسائی بچے قرآن کریم حفظ کررہے ہیں۔ مسلمان بچوں سے قرآن کریم سننے کے بعد جب ایک عیسائی (سیاہ فام) بچے کو بلایا گیا تو اس نے بلند آواز سے زبانی قرآن کریم کی تلاوت کرکے ایک عجیب سا سماں باندھ دیا تھا، معلوم کرنے پر بتایا گیا کہ ان کے عیسائی والدین خود بچوں کو چھوڑ کر گئے ہیں کہ ان کو قرآن حفظ کرایا جائے، ماشاء اللہ! مدرسہ کی انتظامیہ بڑی حکمت وتدبر اور شفقت اور مہربانی کے ساتھ ان کو قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم بھی دے رہی ہے، چونکہ ابھی یہ بچے چھوٹے ہیں، ان شاء اللہ! وقت کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کی تعلیم ان کو نورِ ایمانی سے بھی منور کردے گی اور یہی بچے آئندہ قرآن کریم کے محافظ بنیں گے، ان شاء اللہ! الغرض مکاتب ومدارس میں بہت ہی نظم وضبط کے ساتھ تعلیم دی جارہی ہے۔

۵ ......مسلمانوں کی معاشی حالت

وہاں کے مقامی مسلمانوں (سیاہ فام) میں تو عمومی طور پر غربت وافلاس پایا جاتا ہے، جو ان کی طرزِ زندگی سے بھی واضح ہوتا ہے، البتہ ہمارے گجراتی مسلمان بھائیوں کی محنت ولگن رنگ لائی ہے کہ وہ نہ صرف معاشی طور پر مستحکم ہیں، بلکہ ملکی انڈسٹری میں بھی اچھا خاصہ مقام رکھتے ہیں۔ مختلف فیکٹریوں، کارخانوں کے مالکان ہیں، جہاں بہت سی مصنوعات تیار ہوکر ملکی ضروریات پورا کرنے کے علاوہ بیرونِ ممالک بھی برآمد کی جاتی ہیں۔ نیز یہ حضرات اعلیٰ درجہ کے باتوفیق اصحابِ خیر بھی ہیں، وہاں کی خوبصورت مساجد ومدارس اس کا بیّن ثبوت ہیں۔

۶ ......رفاہِ عامہ کے کام

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ ''الجامعۃ الاسلامیۃ'' کے تحت مختلف شعبے قائم ہیں، جن میں بعض شعبے ایسے ہیں کہ جن کے تحت پسماندہ علاقوں میں راشن تقسیم کیا جاتا ہے، راشن وغیرہ کی تقسیم مسلمانوں کے علاوہ غیرمسلموں میں بھی کی جاتی ہے۔ اسی طرح پانی کی ضروریات کے لیے کنویں، ہینڈ پمپ وغیرہ لگائے جاتے ہیں اور زکوٰۃ اور غیرزکوٰۃ کی تقسیم کا ایک مربوط نظم قائم ہے، جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ جو کام حکومت کے کرنے کے ہیں، وہ کام الحمد للہ! بنوری ٹاؤن کے فضلاء وہاں کے مخیّر حضرات کے تعاون سے احسن طریقے سے انجام دے رہے ہیں۔

۷:......مسجد توحید کی بنا

مسجد توحید کی بناء کا عجیب واقعہ ہے، وہ یہ کہ جب مسلمانوں نے اس جگہ مسجد تعمیر کرنی شروع کی تو ایک عیسائی عورت نے اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے حکومت کی جانب سے مسجد کی تعمیر بند کرا دی، چونکہ ''الجامعۃ الاسلامیۃ'' کی انتظامیہ مختلف مقامات پر مختلف رفاہِ عامہ کے کام کرتی ہے تو ایک جگہ کنواں کھود کر ہینڈ پمپ لگایا تھا، اس کے افتتاح کی تقریب میں اس وقت کے وزیر داخلہ بھی موجود تھے، وہ اس قدر خوش تھا کہ اس کی خواہش تھی کہ نکلنے والا پانی پہلے میں پیوں، اور جامعہ کی انتظامیہ سے بہت خوش اور متاثر تھا۔ اس وقت کے صدر کا انتقال ہوگیا تھا تو یہی وزیر داخلہ صدارتی الیکشن جیت کر ملک کا صدر بن گیا، اس کے پاس مسلمانوں کا وفد ملاقات کے لیے گیا اور مسجد توحید بند کرنے کا تذکرہ کیا، وہ پہلے سے ہی مسلمانوں سے بڑا متأثر تھا، تو اس نے نہ صرف مسجد توحید کی تعمیر کی اجازت دی، بلکہ ساتھ ہی زمین کا بہت بڑا رقبہ بھی دے دیا، جس پر مدرسہ کی تعمیر ہوئی، پھر اس نے عورت نے بھی اپنا مکان مسلمانوں پر فروخت کر دیا، اس طرح وہ مکان بھی اس جگہ میں شامل کر دیا گیا، جسے اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے خوب محنت کرنے والوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور امداد کی بہترین مثال سمجھا جا سکتا ہے۔

بہرحال ہمارا سفر اختتام پذیر ہوا، ۲۵ر مئی کی رات پاکستان واپسی تھی، اس لیے تیاری شروع کر دی۔ مختلف ہدایا دیئے گئے۔ مغرب کی نماز پڑھ کر ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ تقریباً سب بڑے حضرات ایئرپورٹ پہنچے، وہاں عشاء کی نماز پڑھی، پھر ہمیں رخصت کرتے وقت بھرپور محبت کا اظہار کیا گیا۔ جدائی کے وقت طرفین کے جذبات واضح تھے۔ رخصت کر کے یہ حضرات واپس چلے گئے، ہم اندر چلے گئے۔ مقامی وقت کے مطابق ساڑھے نو بجے، پاکستانی وقت کے مطابق ساڑھے بارہ بجے جہاز روانہ ہوا۔ ۲۶ر مئی کی فجر کی نماز جہاز میں پڑھی۔ چھ گھنٹے کا سفر طے کر کے دبئی پہنچے، دو گھنٹے کے بعد روانہ ہو کر پاکستانی وقت کے مطابق تقریباً ایک بجے دن میں کراچی پہنچ گئے۔ دینی اُخوت، اسلامی بھائی چارے، دین دوستی، جذبۂ ایثار وقربانی، احترام وقدردانی، روایتی اسلامی اقدار اور بے مثال میزبانی کا یہ مختصر مگر تادیر یاد رہنے والا یادگار سفر تمام ہوا۔

اللہ جلّ شانہٗ کا جس قدر شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ پورے سفر میں اپنے خاص لطف وکرم کا معاملہ فرمایا، کسی قسم کی بیماری اور پریشانی نہیں ہوئی، وللّٰہ الحمد أولاً وأٰخرا۔ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا ہے کہ میزبانوں اور مہمانوں کے اس دینی رشتے اور اسلامی اُخوت میں مزید ومدید مضبوطی واستحکام پیدا فرمائے اور اس دینی وابستگی کو ہماری نسلوں میں جاری وساری رکھے۔ اٰمین

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد وعلٰی اٰلہ وصحبہٖ أجمعین

’’شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا‘‘ اور اُن کا حکم

مولانا انعام اللہ
فاضلِ جامعہ وچیف ریسرچ آفیسر اسلامی نظریاتی کونسل

(ساتویں قسط)

تیسرے مسلک کی وضاحت اور دلائل

’’شرائع سابقہ میں سے غیر ثابت النسخ تمام احکام پر مطلقاً عمل کرنا لازم ہے، لیکن شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے احکام کی حیثیت سے۔‘‘

یعنی شرائع سابقہ کا جو بھی حکم ہم تک پہنچے، خواہ کسی دلیل قطعی کے ساتھ پہنچے، جیسے قرآن وحدیث میں آئے، یا دلیل غیر قطعی کے ساتھ، جیسے: اہل کتاب نے نقل کیا ہو، یا کسی مسلمان نے شرائع سابقہ کی کتب سے اس کو حکم شرعی سمجھا ہو، اور اس کا منسوخ ہونا ثابت نہ ہو، تو ہمارے اوپر اس کی اتباع لازم ہے، لیکن اس حیثیت سے کہ وہ ہماری شریعت کا حکم ہے، نہ کہ شرائع سابقہ کا:

> بعض نے کہا: ہم (اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) پر لازم ہے کہ شرائع سابقہ میں سے صرف ان احکام پر شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی حیثیت سے عمل کریں، جن کے بارے میں نسخ کی دلیل ظاہر نہ ہو۔ یہ حضرات یہ فرق روا نہیں رکھتے کہ ان احکام کا شرائع سابقہ میں سے ہونا اہل کتاب کے نقل سے ثابت ہو یا مسلمانوں کے پاس موجود کتاب میں سے روایت کرنے سے، اور یا پھر قرآن وسنت کے بیان سے۔‘‘(۱)

تیسرے مسلک کا محوری نقطہ

تیسرے مسلک میں بنیادی اور اہم نقطہ یہ ہے کہ ’’شَرَائِعُ منْ قَبْلَنَا‘‘ احکام کی پیروی کے لزوم کے لیے اس بات کی ضرورت نہیں کہ دلیل قطعی سے ان احکام کا شرائع سابقہ میں سے ہونا ثابت ہو جائے۔ ثبوت کی ضرورت نہیں، بلکہ اہل کتاب کی نقل یا پھر محض کتابِ مقدس اور بائبل میں اس حکم کا موجود ہونا کافی ہے۔ گویا اس بات کو کافی ثبوت سمجھا گیا کہ کوئی کتابی کہہ دے کہ فلاں حکم ہماری شریعت کا حکم ہے، یا پھر کوئی بھی کہہ دے کہ فلاں حکم کتابِ مقدس (تورات وانجیل) میں موجود ہے۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ سارا دارومدار کتابی اور کتابِ مقدس پر ہوا۔

تیسرے مسلک کی مرجوحیت

یہی بات اس مسلک کے باطل ہونے کے لیے کافی ہے، اس لیے کہ نہ تو کوئی کتابی دین کی باتوں میں معتبر راوی ہے اور نہ کتابِ مقدس کے احکام کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔ اس لیے کہ دینیات میں راوی کے عادل، ثقہ اور معتبر ہونے کے لیے پہلی شرط اسلام ہے اور رسالتِ محمدیہ سے انکار کی بنیاد پر اہلِ کتاب میں یہ شرط نہیں پائی جاتی، جبکہ کتابِ مقدس کے احکام کی تصدیق وتکذیب دونوں سے صراحۃً حدیث میں روکا گیا ہے، اس لیے کہ بنصِ قرآنی یہ کتابیں محرف ہیں۔ ان دونوں باتوں کی تفصیل حسب ذیل سطور میں ملاحظہ ہو:

راوی کے لیے اسلام کی شرط

ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جمہور ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس شخص کی روایت حجت ہوگی، اس کے لیے شرط ہے کہ وہ عادل اور ضابط ہو۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ مسلمان، بالغ اور عاقل ہو، فسق اور خلافِ مروّت اُمور سے محفوظ ہو۔''(۲)

اہلِ کتاب کا کفر

قرآن وسنت کی نصوص کی رو سے اہلِ کتاب کا کفر اقوی البدیہیات میں سے ہے، چند نصوص ملاحظہ ہوں:

پہلی آیت

''لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔'' (المائدۃ:۱۷)

''بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا، تو کہہ دے پھر کس کا بس چل سکتا ہے اللہ کے آگے؟ اگر وہ چاہے کہ ہلاک کرے مسیح مریم کے بیٹے کو اور اس کی ماں کو اور جتنے لوگ ہیں زمین میں سب۔''

دوسری آیت

''لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔'' (المائدہ:۷۲)

''بیشک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا اور مسیح نے کہا ہے کہ اے بنی اسرائیل! بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا، بیشک جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا، سو حرام

کی اللہ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کوئی نہیں گناہ گاروں کی مدد کرنے والا۔‘‘

تیسری آیت

’’لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوْا إِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ۔‘‘ (المائدۃ:۷۳)

’’بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ ہے تین میں کا ایک۔‘‘

کتابِ مقدس کی تصدیق وتکذیب

کتاب مقدس کے اندر موجود احکام کے رد وقبول کے بارے میں حدیث نبوی کی نص سے یہ اُصول ثابت ہے کہ ان کی نہ تو تصدیق کی جائے اور نہ تکذیب، اس لیے کہ ان کتب کا محرف ہونا مسلماتِ شرعیہ میں سے ہے، تصدیق میں تو یہ خطرہ ہے کہ غیر حکم شرعی کو حکم شرعی نہ سمجھا جائے، جبکہ تکذیب میں یہ اندیشہ ہے کہ کہیں حکم شرعی کی تکذیب نہ ہو جائے، اس لیے کہ یہ کتابیں بہرحال آسمانی کتابیں ہیں۔

کتبِ سابقہ میں تحریف کا ثبوت

دلیل قطعی سے ثابت ہے کہ اہل کتاب نے اپنی آسمانی کتابوں میں تحریف کی ہے۔ اس دعوی کے دلائل حسب ذیل آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ نبویہ ہیں:

۱:- پہلی دلیل: آیت قرآنیہ

’’مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ۔‘‘(النساء:۴۶)

’’بعضے لوگ یہودی پھیرتے ہیں بات کو اس کے ٹھکانے سے۔‘‘

دوسری دلیل: آیت قرآنیہ

’’يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ۔‘‘(المائدۃ:۱۳)

’’پھیرتے ہیں کلام کو اس کے ٹھکانے سے۔‘‘

تیسری دلیل: آیت قرآنیہ

’’يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ يَقُوْلُوْنَ إِنْ أُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَإِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا۔‘‘ (المائدۃ:۴۱)

’’بدل ڈالتے ہیں بات کو اس کا ٹھکانا چھوڑ کر، کہتے ہیں: اگر تم کو یہ حکم ملے تو قبول کر لینا اور اگر یہ حکم نہ ملے تو بچتے رہنا۔‘‘

چوتھی دلیل: حدیث نبوی

’’عن بن عباس رضی اللّٰه عنهما وقد حدثكم اللّٰهُ أن أهل الكتاب بدلوا ما كتب اللّٰه وغيروا بأيديهم الكتاب۔‘‘(۳)

''اللہ نے تمہیں بتایا ہے کہ اہلِ کتاب نے اللہ کے لکھے ہوئے کو تبدیل کردیا ہے، اور اپنے ہاتھوں سے کتابِ الٰہی میں تبدیلیاں کی ہیں۔''

ان دلائل قطعیہ صریحہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہلِ کتاب نے آسمانی کتابوں میں تحریف کی ہے، اس لیے شرعی عقائد واعمال کے حوالے سے ان کا قول معتبر نہیں، اور ان سے اس سلسلے میں پوچھنا بھی نہیں چاہیے۔

اہلِ کتاب سے سوالات کرنے کی ممانعت

ان نصوص کی روشنی میں امام بخاریؒ نے ''باب قول النبی : لا تسألوا أهل الکتاب عن شیء '' میں اس مضمون کو ثابت فرمایا ہے کہ: ''شرائع سے متعلق امور میں اہلِ کتاب کی باتیں غیر معتبر ہیں، اس لیے کہ وہ اپنی کتابوں میں تحریف اور تبدیلی کے مرتکب ہوئے ہیں۔'' بنابریں! مسلمان نہ تو ان سے شرائع کے متعلق سوال کریں اور نہ ان کی باتوں کی تصدیق کریں، البتہ تکذیب بھی نہ کریں، اس لیے کہ ان کی باتوں میں سچ کا احتمال بہرحال برقرار ہے، تو مسلمان کہیں غیر شعوری طور پر سچی باتوں کی تکذیب کے مرتکب نہ ہو جائیں۔ اہلِ کتاب سے سوال کی ممانعت حسب ذیل احادیث میں ملاحظہ ہو:

الف:- پہلی حدیث

''عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما، قال: ''کیف تسألون أهل الکتاب عن شیء وکتابکم الذی أنزل علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم أحدث، تقرء ونهٗ محضًا لم یشب، وقد حدثکم أن أهل الکتاب بدلوا کتاب اللّٰہ وغیروه، وکتبوا بأیدیهم الکتاب، وقالوا: هو من عند اللّٰہ لیشتروا به ثمنًا قلیلاً؟ ألا ینهاکم ما جاء کم من العلم عن مسألتهم؟ لا واللّٰہ ما رأینا منهم رجلاً یسألکم عن الذی أنزل علیکم ۔''(۴)

''عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم اہلِ کتاب سے کیونکر پوچھتے ہو؟! حالانکہ تمہاری کتاب جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتاری گئی ہے، (باعتبارِ نزول) نئی ہے۔ تم اس کو خالص پڑھتے ہو، پرانی نہیں ہوئی۔ تحقیق تم کو بتلایا ہے کہ اہلِ کتاب نے اللہ کی کتاب کو تبدیل کر ڈالا ہے، اور اس میں تغییر کی ہے، اور اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھی ہے اور کہنے لگے: یہی اللہ کی طرف سے ہے، تاکہ اس کے ذریعے لے لے مول تھوڑا سا، کیا تمہارے پاس آنے والے علم (دلائل) نے تمہیں ان سے پوچھنے سے منع نہیں کیا؟ نہیں، بخدا! ہم نے ان میں سے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو تم سے تمہارے اوپر نازل ہونے والی کتاب کے بارے میں پوچھتا ہو۔''

ب:- دوسری حدیث

''عن جابر بن عبد اللّٰہؓ، قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: '' لا تسألوا أهل

الکتاب عن شیء، فإنهم لن یهدوکم، وقد ضلوا، فإنکم إما أن تصدقوا بباطل، أو تکذبوا بحق، فإنه لو کان موسٰی حیًا بین أظهرکم، ما حل له إلا أن یتبعنی۔''(۵)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں نہ پوچھو، وہ تمہاری راہنمائی نہیں کر سکتے، جبکہ وہ گمراہ کر چکے ہیں۔''

ج:- تیسری حدیث

''عن زید بن أسلم قال: بلغنی أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: لاتسألوا أهل الکتاب عن شیء، فإنهم لن یهدوکم، وقد أضلوا أنفسهم، قال: قلنا: یا رسول اللّٰه! أفنحدث عن بنی إسرائیل؟ قال: حدثوا ولا حرج۔''(۶)

''زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، فرمایا: مجھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں مت پوچھو، اس لیے کہ وہ تمہاری راہنمائی نہیں کر سکتے، جبکہ وہ اپنے آپ کو گمراہ کر چکے ہیں۔ ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہم ان کی بات کو نقل کریں؟ فرمایا: نقل کرو، اس میں کوئی حرج نہیں۔''

د:- چوتھی حدیث

''قال عبد اللّٰہ رضی اللہ عنہ: لا تسألوا أهل الکتاب عن شیء، فإنهم لن یهدوکم، وقد ضلوا، فتکذبوا بحق، وتصدقوا الباطل، وإنهٗ لیس من أحد من أهل الکتاب إلا فی قلبهٖ تالیة تدعوه إلی اللّٰه وکتابه کتالیة المال. والتالیة: البقیة۔''(۷)

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں مت پوچھو، اس لیے کہ وہ تمہاری راہنمائی نہیں کر سکتے، جبکہ وہ اپنے آپ کو گمراہ کر چکے ہیں، نتیجتاً تم حق کی تکذیب اور باطل کی تصدیق کر بیٹھو۔ اہل کتاب میں سے کوئی نہیں، مگر یہ کہ اس کے دل میں ایسی بات (تالیہ) ہے، جو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب کی طرف بلاتا ہے۔ مال کی تالیہ کی طرح (تالیہ کا معنیٰ ہے بقیہ)۔''

ہ:- پانچویں حدیث

''عن عبد اللّٰہ رضی اللہ عنہ بن ثابت قال: جاء عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب إلی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، فقال: یا رسول اللّٰه! إنی مررت بأخ لی من قریظة، وکتب لی جوامع من التوراة، أفلا أعرضها علیک؟ قال: فتغیر وجه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، قال عبد اللّٰہ رضی اللہ عنہ: فقلت: مسخ اللّٰه عقلک، ألا تری ما بوجه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم؟ فقال عمر رضی اللہ عنہ: رضیت باللّٰه ربًا، وبالإسلام دینًا، وبمحمد صلی اللّٰه علیه وسلم نبیًا قال: فسری عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، ثم قال: والذی نفس محمد بیدهٖ، لو أصبح فیکم موسٰی ثم اتبعتموه وترکتمونی لضللتم، أنتم

حظي من الأمم، وأنا حظكم من النبيين۔‘‘‘(۸)

’’عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ! بنوقریظہ کے ایک بھائی کے پاس سے میرا گزر ہوا، اس نے تورات میں سے چند جامع قسم کی باتیں لکھیں، میں ان باتوں کو آپ کے سامنے پیش نہ کروں؟!۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوا۔ عبداللہؓ کہتے ہیں: میں نے کہا: اللہ تیری عقل کا ستیاناس کرے، کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ناراضگی کے آثار نہیں دیکھ رہے؟! حضرت عمرؓ نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر خوش اور راضی ہوں۔ فرمایا: اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی ہوئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے! اگر موسیٰ علیہ السلام بھی تمہارے درمیان آجائیں، پھر تم لوگ ان کی پیروی کرو اور مجھے چھوڑو، تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ تم تمام امتوں میں سے میرے حصے کے ہوں اور میں تمام انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) میں سے تمہارے حصے کا ہوں۔‘‘

و:- چھٹی حدیث

’’عن الزهري، أن حفصة زوج النبي صلى اللّٰه عليه وسلم جاءت إلى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم بكتاب من قصص يوسف في كتف فجعلت تقرأ عليه، والنبي صلى اللّٰه عليه وسلم يَتَلَوَّن وجهُه، فقال: والذي نفسي بيده، لو أتاكم يوسف وأنا فيكم فاتبعتموه وتركتموني لضللتم۔‘‘(۹)

’’زہری سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں یوسف علیہ السلام کے قصے پر مشتمل ہڈی پر لکھی ہوئی ایک تحریر لے آئیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھنے لگیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ تبدیل ہونے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر یوسف علیہ السلام میری موجودگی میں تمہارے پاس آئیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرو تو گمراہ ہو جاؤ گے۔‘‘

احادیثِ مبارکہ سے مستنبط فوائد

ان احادیث سے حسبِ ذیل امور ثابت ہوئے:

۱:- مسلمانوں کو اہل کتاب سے دین کی باتوں کے بارے میں نہیں پوچھنا چاہیے۔

۲:- قرآن مجید آخری نازل ہونے والی کتاب ہے جس کی تعلیمات محکم، محفوظ اور تاقیامت قابل عمل ہیں۔

۳:- اہل کتاب نے اللہ کی کتابوں میں تحریف اور تبدیلی کی، اور اپنی طرف سے بعض چیزیں شامل کی ہیں۔

۴:- اہل کتاب گمراہ ہو چکے ہیں، اس لیے مسلمانوں کو ان سے ہرگز راہنمائی نہیں مل سکتی۔

۵:- دین کے متعلق اہل کتاب کی باتیں یقینی طور پر درست نہیں، تاہم ان میں درست ہونے کا احتمال ہے۔

۶:- اُہل کتاب کی کتابوں میں مذکور باتوں کی نہ تکذیب کرنی چاہیے اور نہ تصدیق۔

۷:- اہل کتاب کی جو باتیں قرآن مجید کی تعلیمات سے متصادم ہیں، ان کو رد کرنا ضروری ہے، اور جو قرآنی تعلیمات سے متصادم نہیں اُن کو قبول کیا جا سکتا ہے۔

۸:- قرآن مجید کی موجودگی میں اہل کتاب کی کتابوں کو دینی راہنمائی حاصل کرنے کے لیے پڑھنا غیر مستحسن ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر شدید ناگواری کا اظہار کیا ہے۔

۹:- آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم (خاتم النبیین) کی بعثت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی لائی ہوئی شریعت کی پیروی لازم ہے۔

۱۰:- اگر سابقہ پیغمبروں میں سے بھی کوئی پیغمبر دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ اپنی شریعت کی پیروی نہیں کریں گے، بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی کے پابند ہوں گے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ''شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا'' کا کوئی حکم اگر دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو، مثلاً: اہل کتاب نے نقل کیا ہو، یا کسی مسلمان نے شرائع سابقہ کی کتب سے اس کو حکم شرعی سمجھا ہو، تو ایسے احکام کی اتباع ہمارے اوپر لازم اور ضروری نہیں، اس لیے کہ ان کے ہاں موجود کتابیں (کتاب مقدس یا بائبل) کا محرف ومبدل ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہے، اس لیے اس حکم کا احکام محرفہ مبدلہ میں سے ہونے کا ہر وقت احتمال رہے گا، گویا اس کا حکم شرعی ہونا ثابت نہیں، اور غیر حکم شرعی ہونے کا احتمال دلیل سے ثابت ہے، بلکہ اگر اہل کتاب میں سے کوئی مشرف باسلام ہو جائے، تو بھی اس کا یہ کہنا کافی نہیں ہوگا کہ فلاں حکم ہماری شریعت کا حکم ہے، اس لیے کہ اس کی معلومات کی بنیاد اس کی سابقہ شریعت کی کتاب یا ان کے مسلمات ہیں، اور یہ دونوں امور ہمارے لیے حجت شرعی نہیں، ہمارے لیے حجت شرعی ہماری کتاب اور ہمارے نبی کی سنت ہے۔ صاحب کشف الاسرار فرماتے ہیں:

> ''اور جن احکام کا اہل کتاب کے ذریعے شرائع سابقہ میں سے ہونا ثابت ہو، یا مسلمانوں نے ان کی کتابوں سے اس کو سمجھا ہو، تو ایسے احکام کی پیروی واجب نہیں، اس لیے کہ دلیل قطعی سے ثابت ہے کہ انہوں نے کتابوں میں تحریف کی ہے، بنابریں! ان کا نقل کرنا معتبر نہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کا ان کے ہاتھوں میں موجود کتابوں سے کسی حکم کو سمجھنا اور اس کو نقل کرنا بھی معتبر نہیں، اس لیے کہ یہ احتمال موجود ہے کہ ان کا سمجھا ہوا اور نقل کیا ہوا حکم

من جملہ محرف ومبدل احکام میں سے ہو۔ اسی طرح اہل کتاب میں سے اسلام قبول کرنے والوں کے قول کا بھی اعتبار نہیں، اس لیے کہ ان کے قول کی بنیاد ظاہر کتاب ہوگی، یا پھر اہل کتاب کی جماعت کا قول، اور وہ ہمارے لیے حجت نہیں۔‘‘(۱۰)

حاصل کلام یہ ہوا کہ تیسرا مسلک بھی مرجوح ہے۔

حوالہ جات

۱:......أصول السرخسی لشمّس الأئمۃ محمد بن أحمد السرخسی، متوفی:۴۸۳ھ، ج:۲،ص:۹۹
۲:......معرفۃ أنواع علوم الحدیث، (مقدمۃ ابن الصلاح) لعثمان بن عبدالرحمٰن، المعروف بابن الصلاح، متوفی:۶۴۳ھ، ج:۱،ص:۱۰۴
۳:......صحیح البخاری، کِتَابُ الشَّهَادَاتِ، بَابُ لاَ يُسْأَلُ أَهْلُ الشِّرْكِ.
۴:......صحیح البخاری، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَسْأَلُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ، رقم:۷۳۶۳
۵: مسند أحمد بن حنبل، ، متوفی:۲۴۱ھ، ج:۲۲،ص:۴۶۸، رقم الحدیث:۱۴۶۳۱
۶:......المصنف لأبي بکر عبدالرزاق بن ہمام، متوفی:۲۱۱ھ، رقم الحدیث:۱۰۱۵۸، ج:۶،ص:۱۱۰-۱۱۱
۷:......المرجع السابق، رقم الحدیث:۱۰۱۶۱
۸:......المرجع السابق، رقم الحدیث:۱۰۱۶۴
۹:......المرجع السابق: رقم الحدیث:۱۰۱۶۵
۱۰:......کشف الأسرار شرح أصول البزدوی، ج:۳،ص:۲۱۳

(جاری ہے)

چوری اور قتل کے ثبوت کے لیے کتوں سے رہنمائی کا حکم

ادارہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:
ہمارے علاقہ میں ایک آدمی کو کسی نے قتل کیا اور قاتل کا کوئی پتہ نہ چلا، مقتول کے ورثاء قاتل معلوم کرنے کے لئے سراغ رساں کتا لائے، وہ کتا ایک آدمی کے گھر داخل ہوا اور ورثاء نے اس پر قتل کرنے کا دعویٰ کیا، حالانکہ وہ آدمی اس قتل سے مکمل طور پر انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ: مجھے اس قتل کے بارے میں کوئی معلومات نہیں، اور مقتول کے ورثاء کے پاس اس کے علاوہ کوئی ایک گواہ بھی نہیں ہے۔ اسی طرح چور کو بھی اس کتے کے ذریعے معلوم کرنے کا رواج ہے۔
اب پوچھنا یہ ہے کہ آیا اس کتے کی گواہی مقبول ہے؟ ہمارے علاقے کے لوگ اس کی شہادت سے انکار کرتے ہیں۔ مستفتی: ارشاد اللہ، بنوں

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ کسی کو مجرم ثابت کرنے کے شرعاً دو طریقے ہیں:
۱:...... مجرم خود جرم کا اعتراف کرے۔
۲:...... یا شرعی شہادت کے ذریعے جرم ثابت کیا جائے۔
اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے کسی کو مجرم ثابت نہیں کیا جا سکتا، یہاں تک کہ اگر انسانوں کی گواہی میں نصابِ شہادت مکمل نہ ہو تو ایسے انسانوں کی گواہی کا اعتبار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بنابریں صورتِ مسئولہ میں کتوں کی نشان دہی کے ذریعے کسی کو قاتل یا چور ثابت کرنا شرعاً معتبر نہیں، کیونکہ شرعی لحاظ سے کتے کی رہنمائی ونشان دہی نہ تو گواہی ہے، نہ ہی انسانی گواہوں کے قائم مقام ہے۔ کتوں کی نشان دہی کی بنیاد پر دعویٰ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ایسا دعویٰ عدم ثبوت کی بنا پر قابل رد ہے۔ حدیث شریف میں ہے:
''عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ قال: ''لو یعطی الناس بدعواهم لادعی ناس دماء رجال وأموالهم، ولکن الیمین علی المدعی علیه''، رواه مسلم............

عن ابن عباسؓ مرفوعًا: لکن البینة علی المدعی والیمین علی من أنکر۔‘‘

(مشکوۃ المصابیح، باب الاقضیۃ والشہادات،۳۲۶، ط: قدیمی)

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

’’وقال النووي : هذا الحديث قاعدة شريفة كلية من قواعد أحكام الشرع ففيه أنهٗ لايقبل قول الإنسان فيما يدعيه بمجرد دعواه بل يحتاج إلٰى بينة أو تصديق المدعٰى عليه‘‘۔ (مرقاۃ المفاتیح، ج:۷، ص:۲۵۰، ط: مکتبہ امدادیہ، ملتان)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

’’أما أقسام الشهادة : فمنها الشهادة على الزنا وتعتبر فيها أربعة من الرجال، ومنها الشهادة ببقية الحدود والقصاص، تقبل فيها شهادة رجلين ولاتقبل فی هٰذين القسمين شهادة النساء ، هٰكذا فی الهداية۔‘‘

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الشہادات، الباب الاول فی تعریفہا، ج:۳، ص:۴۵۱، ط: رشیدیہ)

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
ابوبکر سعید الرحمٰن	محمد انعام الحق	محمد شفیق عارف	رفیق احمد	عزیر محمود دین پوری

دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

نقد و نظر

ادارہ

احوال وآثار مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ

حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارن پوری مدظلہٗ۔صفحات: ۵۵۲۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: مکتبہ حبیبیہ رشیدیہ، ایل، جی: ۲۹، ہادیہ حلیمہ سینٹر اسٹریٹ اردو بازار، لاہور۔

زیرِتبصرہ کتاب دعوت وتبلیغ کے حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کے فرزندار جمند مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کے علمی، عملی احوال وآثار، دعوتی وتبلیغی جدوجہد وقربانیاں اور آپ کی پاکیزہ حیات کے تابندہ نقوش پر مشتمل ہے۔اس کتاب کو تیرہ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے:

پہلا باب: ولادت، والدین، حفظ قرآن، دینی تعلیم، حضرت شیخ اور والدمحترم۔دوسرا باب: عربی فارسی تعلیم کا آغاز، فراغت، نکاحِ مسنونہ اور اولاد۔تیسرا باب: مرکزِتبلیغ دہلی روانگی، دعوتی زندگی کا آغاز، حضرت رائے پوریؒ سے بیعت، اجازت اور خلافت۔ چوتھا باب: علمی مصروفیات، درسِ حدیث کا آغاز، منصب شیخ الحدیث، آپ کے تلامذہ وغیرہ۔ پانچواں باب: والد ماجد کی معیت میں چند ملی وغیرملکی اسفار۔ چھٹا باب: والدمرحوم کے ساتھ اور آپ کے بعد غیرملکی اسفار۔ساتواں باب: اکیس حج، دس عمرے۔آٹھواں باب: پاکستان کے دعوتی وتبلیغی اسفار، رائیونڈ کے سالانہ اجتماعات، ۴۳ سفروں کی مکمل تفصیلات۔نواں باب: بنگلہ دیش کے اجتماعات میں شرکت، رمضان المبارک کے معمولات از ۱۳۸۲ھ تا ۱۴۳۵ھ۔گیارہواں باب: حضرت جی ثالث کی وفات اور فتنوں کی برسات۔ بارہواں باب: معمولات وعادات، اخلاق وصفات۔ تیرہواں باب: علالت سے وفات تک۔ یہ کتاب بہت ہی معلوماتی اور اہل تبلیغ کے لیے عمدہ راہنما ہے۔

کتابیات حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

حافظ پروفیسر بشیر حسین حامد۔صفحات: ۱۱۴۔ قیمت: ۲۰۰ روپے۔ ناشر: ادارہ تالیفاتِ اسلامیہ ہری پور ہزارہ، پاکستان۔

صاحب کتاب نے اس کتابچہ میں خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد قدس سرہٗ پر

شائع شدہ تمام کتب، رسائل، خصوصی اشاعت، مضامین، تعزیتی خطوط و پیغامات اور آپ کے مکتوبات کو سامنے رکھ کر ان کی تفصیلی فہرست مرتب کی ہے۔ مؤلف موصوف اس سے پہلے حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی، حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی، حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہم پر تحقیقاتی کام کر چکے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو اپنے شایانِ شان جزائے خیر دے۔ حضرت خواجہ خان محمد قدس سرہٗ کی ذات پر پی ایچ ڈی کرنے والوں کے لیے یہ کتابچہ بہترین راہنما ہے۔ کتاب کا کاغذ، ٹائٹل اور طباعت ہر ایک اعلیٰ اور عمدہ انداز لیے ہوئے ہے۔

پراثر بیانات

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم۔ ترتیب: عدنان مرزا۔ صفحات: ۲۸۶۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: مکتبۃ الایمان کراچی۔ ملنے کا پتہ: ادارۃ المعارف کراچی

زیرِتبصرہ کتاب حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم کے درج ذیل دس بیانات اور خطابات کا مجموعہ ہے: ۱:- روضۂ اقدس پر حاضری کے آداب۔ ۲:- سلام کرنے سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ ۳:- موجودہ سنگین مسائل کا حل صبر اور نماز۔ ۴:- مسلمانوں کا ناحق قتل کتنا بڑا گناہ ہے۔ ۵:- مدارس میں تربیت کی ضرورت۔ ۶:- اسلامی اسکول قائم کرنے کی اہمیت۔ ۷:- خواتین اپنے گھروں میں تعلیم دیں۔ ۸:- پاکستان کی بنیاد دوقومی نظریہ۔ ۹:- آزاد قبائل کا تاریخی کردار۔ ۱۰:- جہاد اور دہشت گردی میں فرق۔

ان بیانات کو مرتب محمد عدنان صاحب نے بڑی محنت سے عمدہ انداز میں ترتیب دیا ہے۔ امید ہے کہ قارئین کو ان بیانات سے خاطر خواہ فائدہ ہوگا۔

فضائلِ اعمال کا عادلانہ دفاع

مفتی رب نواز صاحب۔ مدیر مجلّہ الفتحیہ، احمد پور شرقیہ، بہاولپور۔ صفحات: ۵۱۲۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: جامعہ حنفیہ، امداد ٹاؤن، شیخو پورہ روڈ، فیصل آباد۔ ملنے کا پتہ: مکتبہ اہلِ سنت، دکان نمبر: ۱۲، رسول پلازہ، امین پور بازار، فیصل آباد۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جب کسی کو کوئی مادی یا روحانی نعمت عطا فرماتا ہے اور کچھ لوگوں کو یہ بات پسند نہیں آتی تو اس پر اعتراضات اور کیچڑ اُچھالنے کو اپنی کامیابی اور فتح سمجھتے ہیں۔ کچھ یہی حال شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہٗ کی شخصیت اور ان کی کتاب فضائلِ اعمال کا ہے۔ آج الحمد للہ! قرآن کریم کے بعد روئے زمین پر پڑھی جانے والی کتاب ''فضائل اعمال'' کے علاوہ شاید کوئی نہیں۔ یہ کتاب اتنا اخلاص سے لکھی گئی کہ ہزاروں نہیں، بلکہ لاکھوں لوگوں کی زندگی میں انقلاب کا سبب بننے والی یہی کتاب ہے۔ جب کچھ لوگوں کو یہ ترقی اور تبدیلی پسند نہیں آئی تو انہوں نے

اس کتاب پر اعتراض وارد کرنا شروع کر دیئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا رب نواز حنفی صاحب کو جو ماشاء اللہ! صاحبِ قلم اور موفق من اللہ ہیں۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف اور مؤلف ہیں۔ زیرِنظر کتاب میں انہوں نے معترضین کے اعتراضات کو جمع کر کے علمی جوابات دینے کے ساتھ ساتھ مخالفین اور معترضین کی کتابوں کے حوالہ جات سے بھی ان جوابات کو منقح کیا ہے۔ اس سب کے باوجود سنجیدگی کا دامن کہیں بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اس کتاب میں تقریباً ایک سوتیس (۱۳۰) اعتراضات کا جواب دیا ہے اور انہوں نے اپنی اس کتاب کو چار ابواب پر تقسیم کیا ہے: ۱:- باب اول: مولانا شکیل احمد میرٹھی کے اعتراضات کا علمی جائزہ۔ ۲:- باب دوم: مولانا عبیدالرحمٰن کے اعتراضات کا علمی جائزہ۔ ۳:- بابِ سوم: پروفیسر طالب الرحمٰن کے ۱۷/اعتراضات کا علمی جائزہ۔ ۴:- باب چہارم: مولانا محمد قاسم کے ۴۲/اعتراضات کا علمی جائزہ۔

اس کتاب کی ابتداء میں کئی علماء کرام کی تقریظات بھی ثبت ہیں، جو اس کتاب کی مقبولیت کی سند ہیں۔ یہ کتاب مطالعہ کا ذوق رکھنے والے علماء کرام اور تبلیغ میں وقت لگانے والے حضرات کے لیے عمدہ سوغات ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کتاب اور صاحبِ کتاب کو قبولیت عطا فرمائے۔ آمین